بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ الٓر تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ
اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ
صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ
الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ
الْاَمْرَ ۗ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۗ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۗ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے * الف لام را یہ آیتیں ہیں کتاب حکیم کی * کیا (یہ بات) لوگوں کے لئے باعث تعجب ہے کہ ہم نے وحی بھیجی ایک مرد (کامل) پر جو ان ہی میں سے ہے کہ ڈراؤ لوگوں کو اور خوشخبری دو انہیں جو ایمان لائے کہ ان کے لئے مرتبہ بلند ہے ان کے رب کے پاس۔ کفار نے کہا بلاشبہ یہ جادوگر ہے کھلا ہوا * بے شک تمہارا رب، اللہ تعالیٰ ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پھر متمکن ہوا عرش پر (جیسے اسے زیبا ہے) ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے۔ کوئی نہیں شفاعت کرنے والا مگر اس بات کی اجازت کے بعد یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار سو عبادت کرو اس کی۔ تو کیا تم غور و فکر نہیں کرتے * (۱۰/۱تا۳ ت ص)

۱۔ الٓر۔ حروف مقطعات جو سورتوں کے آغاز میں ہوا کرتے ہیں "ابن کثیر" (سورہ بقرہ کے شروع میں (حروف مقطعات) سے متعلق تفصیلات بیان ہو چکی ہیں) * تلک یہ سورت یا قرآن کی آیات کی طرف اس لفظ سے اشارہ ہے یعنی مذکورہ آیات کی طرف اشارہ ہے جن کا ذکر اس سورت میں پہلے کر دیا گیا۔ ایٰت الکتب الحکیم یہ حکمت قرآن کی آیات ہیں۔ الحکیم یہ الکتاب کی صفت ہے [illegible] کا کلام * حکیم بمعنی محکم ہے یہ مراد ہے کہ اس میں کوئی بات غلط نہیں اور کلام میں کبھی اختلاف نہیں۔ [illegible] نے کہا آیات کتاب میں حکم دیا گیا ہے انصاف اور بھلائی کرنے کا، قرابت داروں کو دینے کا، بے حیائی کی برے کام اور ظلم و زیادتی سے باز رہنے کا، فرمانبرداروں کے لئے جنت اور نافرمانوں کے لئے دوزخ کا۔ (مظہری)

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت سے مشرف فرمایا اور آپ نے اس کا اظہار کیا تو عرب منکر ہو گئے اور ان میں سے بعضوں نے کہا کہ اللہ اس سے برتر ہے کہ کسی بشر کو رسول بنائے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں * کفار نے پہلے تو بشر کا رسول ہونا قابل تعجب و انکار قرار دیا اور پھر جب حضور علیہ السلام کے معجزات دیکھے اور یقین ہوا کہ یہ بشر کی مقدرت سے بالاتر ہیں تو آپ کو ساحر بتایا۔ ان کا یہ دعویٰ تو کذب و باطل ہے مگر اس میں بھی حضور کے کمال اور اپنے عجز کا اعتراف پایا جاتا ہے۔ (صدر الافاضل برحاشیہ کنز الایمان)

۳ - چونکہ ساتوں آسمان ایک دوسرے سے جدا ہیں ان کی حقیقتیں جدا ان کے اوصاف جدا اس لئے سموات جمع ارشاد ہوتا ہے۔ زمین بھی سات ہیں مگر سب کی حقیقت ایک ہے اور سب ایک دوسرے سے پیاز کے چھلکے کی طرح چپکے ہوئے اس لئے ارض ہمیشہ واحد ارشاد ہوتا ہے * ایام جمع ہے یوم کی کبھی معنی وقت آتا ہے۔ کبھی دن رات کا مجموعہ * رب تعالیٰ نے عرش اعظم کو اپنی تجلی گاہ خاص اور احکام سلطانیہ کے نافذ ہونے کا مرکز بنایا جہاں سے احکام صادر ہوتے ہیں وہ بڑی قدرت والا رب دنیا کے ہر چھوٹے بڑے کام کی تدبیر فرماتا ہے کہ ہر حکم دیتا ہے چیز کے انجام کے لحاظ سے دیتا ہے۔ اسی کی شان ہے کہ اس کی مخلوق میں سے کوئی اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش و شفاعت نہیں کر سکتا وہ جس کو جس کی شفاعت کے لئے اجازت دے وہ ہی اس کی شفاعت کرے * جس کی یہ شانیں ہیں وہ ہی تمہارا رب ہے وہ ہی اللہ ہے لہٰذا تم اُس کی عبادت کرو * تم ان باتوں میں غور کیوں نہیں کرتے (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے * عَجَبًا: عجب، تعجب، اچنبھا، عجیب، یہ عَجِبَ يَعْجَبُ کا مصدر بھی ہے جس کے معنی تعجب کرنے اور اچنبھا ہونے کے ہیں اور اسم بھی۔ تفسیر کبیر میں ہے " عَجَبٌ مصدر ہے اور عُجْبَتٌ سے زیادہ بلیغ ہے اور امام راغب اصفہانی رقمطراز ہیں " جس چیز سے اچنبھا ہو اس کو عَجَبٌ کہتے ہیں اور جس کی مثال نہ دکھائی دے اس کو عُجَابٌ کہتے ہیں ارشاد ہے " اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ " (کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ وحی بھیجی ہم نے) • قَدَمَ (صِدْقٍ): قدم اسم مضاف صدق مضاف الیہ، گزشتہ نیک کام (راغب) ہر نیک کام جو پہلے کر لیا گیا ہو یا ہو گیا ہو (قاموس) مراد اعمال صالحہ (سیوطی) یعنی آپ ہی سبب بن کر نتیجہ مراد لیا جاتا ہے (خازن) قدم کے معنی سلف یعنی گزرا ہوا (نیک عمل) (رواہ الحاکم عن ابی بن کعب) • يُدَبِّرُ: واحد مذکر غائب مضارع تَدْبِيْرٌ مصدر (تفعیل) وہ انتظام کرتا ہے۔ (لغات القرآن)

متفرقات مزید * اس سورۃ کو حضرت یونس علیہ السلام کے نام سے موسوم کیا گیا ہے کیونکہ اس کے ایک رکوع میں آپ کی قوم کی نجات کا ذکر ہوا ہے یہ گیارہ رکوعوں پر مشتمل ہے اور اس کی آیات کی تعداد ایک سو نو (۱۰۹) ہے اس میں ۱۸۳۲ کلمے اور نو ہزار ننانوے حروف ہیں۔ حضرات حسنؒ، عکرمہؒ، عطاؒ اور جابرؒ ائمہ تفسیر کے نزدیک اس ساری سورۃ کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا۔ (ضیاء القرآن) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے بجز ان تین آیتوں کے فَاِنْ كُنْتَ فِىْ شَكٍّ الخ۔ کہ ان کا نزول مدینہ طیبہ میں ہوا۔ (قرطبی) لیکن پہلا قول راجح ہے۔

- الف لام را (حروف مقطعات) یہ پر حکمت کتاب مقدس کی آیات جلیلہ ہیں
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشیر و نذیر ہیں * ایمان والوں کو مراتب رفیعہ کی خوش خبری * کافروں نے حضور کو جادوگر کہا جو بالکل غلط، جھوٹ اور جاہلانہ ہے
- آسمانوں اور زمین اللہ تعالیٰ نے چھ دنوں میں پیدا کئے * ہر کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے * اللہ تعالیٰ ہی تم سب کا پروردگار اور معبود حقیقی ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرو۔

إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ إِنَّهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ
وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ
نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَٰلِكَ
إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ ۝

اسی کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے، اللہ نے سچا وعدہ کر رکھا ہے بے شک اسی نے خلق کو پہلی بار
پیدا کیا ہے، پھر وہی اسے دہرائے گا تاکہ انصاف کے ساتھ ان لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے
اور جنہوں نے نیک عمل کئے اور جن لوگوں نے کفر (اختیار) کیا ان کے لئے پینے کو کھولتا پانی اور
عذاب دردناک ہے، بسبب اس کے جو کفر کرتے رہتے تھے * وہ (اللہ) وہی ہے جس نے
آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو روشن اور اس کے لئے منزلیں مقرر کردیں تاکہ تم برسوں کا شمار
اور حساب جان لیا کرو۔ اللہ نے یہ (چیزیں) بے مقصد نہیں پیدا کی ہیں، وہ نشانیاں کھول کر
بیان کرتا ہے ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں * بے شک رات اور دن کے الٹ پلٹ میں اور
اللہ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پیدا کر رکھا ہے ان (سب) میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں
ہیں جو (اللہ سے) ڈرتے رہتے ہیں۔ (۱۰/۴ تا ۶ * ت: م)

۴۔ اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ قیامت کے روز مخلوق کا رجوع اس کی طرف ہوگا ہر متنفس جس کو
اسی نے پیدا کیا ہے ضرور وہ پھر اس کی طرف لوٹایا جائے گا کیوں کہ جیسے پہلے پیدا کیا تھا دوبارہ بھی
اسی طرح پیدا کر سکتا ہے اور نیک اعمال کی جزا عدل کے ساتھ دے گا، ظلم نہ کرے گا اور کافروں
کو ان کے کفر کے سبب قیامت میں مختلف عذاب دیئے جائیں گے جیسے گرم ہوائیں، کھولتا پانی
اور اسی طرح کے دوسرے سخت عذاب۔ یہ جہنم ہے جس کو کافر جھٹلا رہے ہیں اسی میں رات دن
کھٹکتا ہوگا اور گرم پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پانی پینے کو ملے گا۔ (ابن کثیر)

۵۔ وہی تو ہے کہ جس نے آفتاب کو روشنی عطا کی ورنہ مادہ اجسام تو ایک ہی ہے پھر یہ خصوصیت کہاں
سے از خود آ گئی ہے اور چاند کو اس کی منازل پر روانہ کیا اس میں اپنی قدرت بھی دکھادی اور اس سے مہینوں
کا حساب بھی کر دیا کہ برسوں کا اندازہ اور ہر شے کی عمر کا حساب اسی سے ہوتا ہے اور اسی طرح رات دن کے
بدلنے میں اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں اس نے پیدا کیا ہے اس میں خدا ترس کے لئے بہت نشان قدرت
ہیں آسمان کے ستارے ہزاروں نیرات اور بادل اور بجلی اور بارش اور ان میں جو جو قدرت کی رنگینیاں ہیں

(تفسیر حقانی)

حیرت بخش ہیں ہم تو گن سکتے ہی نہیں بلکہ یہ بے شمار ہو سکتے ہیں۔

۶۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جو کچھ بنایا اور اس کا انتظام جیسا کیا ہے وہ سب برحق ہے * پھر زمین پر غور کرو کہ بیاباں رات دن کی تعداد، کیفیات، حالات میں اُلٹتے پلٹتے رہتے ہیں کہ کبھی چھوٹے بڑے کبھی ٹھنڈے کبھی گرم کبھی اندھیرے کبھی اجالے ان کے علاوہ اور آسمانی و زمینی مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کی نشانیاں ہیں۔ مگر ان سے وہی فائدہ اٹھاتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ رہا عوام اگر وہ اس میں غور نہ کریں تو ان کا اپنا قصور ہے۔ (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے * مَرْجِعُكُمْ : مصدر، مضاف کُمْ ضمیر مخاطب مضاف الیہ۔ دوبارہ تمہارا لوٹنا، تمہارا لوٹایا جانا۔ لازم بھی ہے متعدی بھی۔ اول کا مصدر رجوع اور دوسرے کا رجع۔ "مرجع" کو لازم بھی کہا جا سکتا ہے اور متعدی بھی۔ باب ضرب سے مرجع اگرچہ مصدر آتا ہے لیکن یہ شاذ ہے کیونکہ ضرب سے مفعل کے وزن پر مصدر آنا نادر ہے عین کا فتحہ آتا ہے (قاموس) رجوع کا اصل معنی ہے مقام آغاز کی طرف دوبارہ لوٹنا خواہ آغاز حقیقی ہو یا اسی کو نقطہ آغاز مان لیا گیا ہو۔ تمام انسان اس دنیا میں اللہ کی طرف سے آئے ہیں وہی مبدء اور نقطہ آغاز ہے۔ دنیا میں زندگی کی شاہراہ طے کر رہے ہیں اس آخری منزل کو طے کرنے کے بعد پھر مبدء اول سے مل جاتے ہیں گویا جو نقطہ آغاز تھا وہی نقطہ انجام بن جاتا ہے • یَبْدَؤُا : واحد مذکر غائب مضارع بَدْءٌ مصدر (فتح) (مضارع بمعنی ماضی) تخلیق اول اسی نے کی، ابتدائی تخلیق کرتا ہے یعنی عدم سے وجود میں لاتا ہے نیست سے ہست کرتا ہے • يُعِيْدُ : واحد مذکر غائب مضارع مثبت اِعَادَةٌ مصدر (افعال) وہ دوبارہ پیدا کرے گا، لوٹائے گا۔ نفی: وہ دوبارہ پیدا نہیں کرے گا یا اس آیت میں باطل سے مراد کفر ہے اور مقصد یہ ہے کہ ابتدائی صورت میں کفر کا کوئی نتیجہ اور اثر باقی رہنے والا نہیں۔ • اَلْقِسْطِ : اسم مصدر، انصاف

مفہومات مزید * مرنے کے بعد قیامت کے دن زندہ ہو کر تم سب کو لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے اللہ نے اس کا سچا وعدہ کر رکھا ہے۔ بلا شبہ وہی (اللہ تعالیٰ) ابتدائی تخلیق کرتا ہے پھر بعد از موت دوبارہ زندگی بھی وہی دے گا تاکہ اہل ایمان کو جنہوں نے اعمال صالحہ کئے ہیں ان کو منصفانہ طریقہ جزا عنایت کرے اور جو کافر ہوئے انہیں سزا ہو کھولتا پانی اور درد دینے والا عذاب ہوگا۔

• اللہ تعالیٰ نے سورج کو روشنی والا اور چاند کو نورانی بنایا اور ان کی منازل مقرر کیں تاکہ وہ سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کریں۔ الغرض حق کے ساتھ پیدا کیا

• کائنات کا حسن و جمال، تاثیر اشیاء دیکھ کر روشنی پاتا ہے۔ اس جہاں میں ہر چیز قدرت کی خیر کا نقشہ ہے لیکن معرفت الٰہی کی سعادت باوجود اس قابلیت وسعت کے نصیب ہوتی ہے جو متقی اور بیدار مغز ہوتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ
عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُونَ ۝ أُولٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ
اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ ۚ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ
الْأَنْهٰرُ فِي جَنّٰتِ النَّعِيمِ ۝

بے شک وہ جو ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پسند کر بیٹھے اور اس پر مطمئن ہو گئے اور وہ جو ہماری آیتوں سے غفلت کرتے ہیں* ان کا ٹھکانا دوزخ ہے بدلہ ان کی کمائی کا* بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کا رب ان کے ایمان کے سبب انہیں راہ دے گا ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی نعمت کے باغوں کی۔
(۱۰/۷تا۹* ت:ک)

۷۔ اول الذکر "الذین" سے یہود و نصاریٰ مراد ہوں گے جو اللہ کی ہستی کو تو مانتے ہیں حشر نشر کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں ثواب آخرت سے مایوس ہیں ان کا مقصد صرف دنیوی لذت اندوزی اور راحت خوشی ہے اور موخر الذکر "الذین" سے مراد ہیں وہ کافر جو اللہ کی توحید کو نہیں مانتے اور حشر و جزا کا عقیدہ نہیں رکھتے۔ بیضاوی نے لکھا ہے اول "الذین" سے مراد ہیں وہ لوگ جو قیامت کے منکر ہیں جزا آخرت کی ان کو امید ہی نہیں زندگی صرف اسی دنیوی زندگی کو جانتے ہیں اور موخر "الذین" سے مراد وہ لوگ جن کو حب دنیا نے تصور آخرت اور تیاری آخرت سے غافل بنا رکھا ہے* چونکہ وہ دونوں اوصاف قبیحہ کے حامل اور جامع ہیں اس لئے مستحق وعید ہیں۔ بغوی نے لکھا ہے رجا کا معنی خوف بھی ہے اور طمع بھی۔ اس تقدیر پر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کو نہ ہمارے عذاب کا خوف ہے نہ ثواب کی امید (گویا ہمارے سامنے آنے کا نہ ان کو کوئی اندیشہ ہے نہ کوئی امید) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا "عن ایاتنا" یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن سے غافل ہیں۔ (تفسیر مظہری)

۸۔ اُولٰٓئِکَ سے اشارہ ان برے اوصاف والوں کی طرف ہے جو مذکور ہوئے ہیں ان کا ٹھکانا اور مسکن کہ جہاں سے انہیں چھٹکارا نصیب نہ ہوگا وہ جہنم کی آگ ہے۔ (اہل معرفت کے نزدیک بارگاہ حق سے محرومی اور حسرت کی آگ مراد ہے۔ ان کو دنیا کی نعمتیں اور حق باتوں پر وہ خوشی جیسے نصیب نہ ہوں گی۔) وجہ اس کی کہ (جو باتیں اور کام خبیثہ) کرتے رہے اور ان اعمال قبیحہ کی وجہ سے کہ حق پر منہمک رہے اور انہیں معاصی اور سیئات کی عادت پڑتی تھی (مجواہر روح البیان)

۹۔ دنیا پرستوں کے مقابلے میں حق پرستوں کا ذکر ہو رہا ہے جو دولت ایمان سے مالا مال ہیں اور اپنے

زندگی کے دامن کو اعمالِ صالحہ کے رنگین اور مہکتے ہوئے پھولوں سے بھر دیتے ہیں۔ یہدیہم ربہم بایمانہم کے کلماتِ طیبات پر مکرر غور فرمائیے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ایمان (یقینِ محکم) کا چراغ روشن کرکے کوئی مسافر اپنی منزل کی طرف رواں ہو جاتا ہے تو توفیقِ ربانی خود اس کی دستگیری فرماتی ہے اور اسے منزل تک پہنچا دیتی ہے۔ کتنی ہی آندھیاں چلیں کتنے ہی طوفان اٹھیں اس کے چراغِ ایمان کو بجھنے نہیں دیا جاتا۔ (ضیاء القرآن)

لغوی اشارے * یَرْجُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع رجاءٌ سے۔ منفی۔ اندیشہ نہیں کرتے ہیں، نہیں ڈرتے تھے، یقین نہیں رکھتے تھے، وہ امید نہیں رکھتے۔ مثبت۔ وہ امید رکھتے ہیں، جمع مؤنث غائب مضارع منفی۔ وہ امید نہیں رکھتی ہیں ● لِقَاءَ : حاصل مصدر، منصوب مضاف۔ ہمیں ●

اِطْمَاَنُّوْا : وہ مطمئن ہو گئے۔ اِطْمِیْنَانٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ●

مفہومِ مزید * بے شک وہ نادان جنہیں قیامت، حشر نشر، حساب کتاب، سزا و جزا، عذاب و ثواب کے حقائق پر یقین نہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونے کا اندیشہ و کھٹکا نہیں، رب تعالیٰ کے سامنے حاضری کی امید نہیں رکھتے، وہ محجوب نہ دنیوی زندگی، یہاں کے ساز و سامان، زیبائش و آرائش، آرام و آسائش اور اس حیاتِ عارضی کی لذتوں کو پسند کرلیا ہے اور ان پر خوش و خرم، شاداب و فرحاں ہیں اور ان ناپائیدار اور فانی راحتوں کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں اور اسی پر تکیہ کئے ہوئے مطمئن ہیں شاید انہیں یہ (گمان) ہے کہ یہ زندگی اور اس سے متعلق تمام چیزیں ہمیشہ رہیں گی حالانکہ حقیقت یہ ہے سب کچھ مٹنے والی فانی چیزیں ہیں موت یقینی ہے یہ سب کچھ چھوٹ جانے والا ہے مرنے کے بعد اٹھنا ہے۔ روزِ حساب مقرر ہے مگر ان ناعاقبت اندیش لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ اور آخرت کا خوف نہیں، پرسشِ اعمال کا تصور نہیں، وہ ثواب و عذاب کے قائل نہیں وہ نادان حقیقت سے منہ موڑے ہوئے فانی کو جاودانی پر ترجیح دیتے ہیں فانی اور مٹنے والی چیزوں کی طلب اور خواہش میں عمریں گزار دیتے ہیں وہی تو ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے غافل ہیں چونکہ وہ طلبِ دنیا میں مشغول ہیں لہٰذا آیات کے متضاد امور میں منہمک ہیں اس لئے ان آیات میں تفکر و تدبر نہیں کرتے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہاں آیات سے مراد حضور انور سید عالم ﷺ کی ذاتِ پاک اور قرآن مجید کی آیات ہیں۔

● اللہ تعالیٰ کی آیات سے غافل اور حق کو جھٹلانے والوں کے اعمالِ قبیح کا بدلہ دوزخ ہے جہنم ان کا ٹھکانہ ہے۔

● جو ایمان کی دولت سے مالا مال، اطاعتِ حق اور اتباعِ رسول ﷺ کے جادہ روشن پر گامزن، اعمالِ صالحہ میں مصروف ہوں، قرآن کا خالق و پالنہار انہیں ان کے ایمان اور فرمانبردار زندگی کے باعث انہیں راہِ مستقیم عطا کرے گا جسے طے کرکے وہ جنت میں جائیں گے اور وہیں رہیں گے جس کے نیچے دودھ، شہد اور صاف و شفاف پانی کی نہریں بہتی ہوں گی

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ
لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ
يَعْمَهُوْنَ ۝ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَاۗىِٕمًا ۚ
فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ
لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

جناں ان کی گفتگو سبحانک اللھم (یعنی اے اللہ تیری ذات پاک ہے) اور ان کی باہمی دعائے
خیر سلام (علیک) ہوگی اور ان کی آخری بات الحمد للہ رب العلمین (یعنی کہ خوبیاں اللہ تعالی
ہی کے واسطے ہیں جو تمام جہان کا پروردگار ہے) ہوگی * اور اگر اللہ تعالی بھی ویسی ہی سزا دینے
میں جلدی کیا کرتا جیسا کہ لوگ اپنے فوائد کے لئے جلدی کیا کرتے ہیں تو ان کا وقت کبھی کا پورا ہو چکا ہوتا
(یعنی) ہم ان لوگوں کو کہ جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے ان کی گمراہی میں سرگرداں ہی چھوڑے
رکھتے ہیں * اور جب کہ انسان کو دکھ پہنچتا ہے تو لیٹے اور بیٹھے اور کھڑے ہم کو پکارتا ہے
پھر جب ہم اس کا دکھ اس سے دور کر دیتے ہیں تو ایسا ہو کر چلتا ہے کہ گویا اس نے (کبھی)
ہم کو اس دکھ کے رفع کرنے کے لئے جو اس کو پہنچا تھا پکارا ہی نہ تھا۔ بیہودہ لوگوں کے کام
ان کی (نگاہ میں) یوں آراستہ کئے گئے ہیں۔ (۱۰/۱۰ تا ۱۲ * ت: ح)

۱۰۔ اہل ایمان اور اعمال صالحہ والے جنت میں دائمی آرام و آسائش اور نعمتوں سے مالامال ہوں گے *
"وہ اللہ تعالی کی تسبیح تحمید تقدیس میں مشغول رہیں گے اور اللہ تعالی کے ذکر سے انھیں فرحت و سرور اور
انتہا درجہ کی لذت حاصل ہوگی۔ اہل جنت آپس میں ایک دوسرے کی تحیت و تکریم سلام سے
کریں گے یا ملائکہ انھیں بطور تحیت سلام عرض کریں گے یا ملائکہ رب عزوجل کی
طرف سے ان کے پاس سلام لائیں گے۔ جنتیوں کے کلام کی ابتداء گفتگو کا آغاز اللہ تعالی
کی تعظیم و تنزیہ سے ہوگی اور ان کے کلام کا اختتام اللہ تعالی کی حمد و ثناء پر ہوگا (بحوالہ حاشیہ کنزالایمان)
۱۱۔ اور اگر لوگوں کی عجلت طلب کے موافق' اللہ فوراً برا نتیجہ دے دیتا ہے جب کہ فوری عجلت طلب
میں اچھا نتیجہ دے دیتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اس (آیت) سے مراد وہ قول ہے جو عموماً
غصہ کے وقت لوگ اپنے اہل و عیال کو متعلق کہتے ہیں کہ تم پر اللہ کی مار۔ تم پر خدا کی لعنت وغیرہ۔ قتادہ نے کہا آیت
کا تشریحی مطلب یہ ہے کہ جو لوگ جب اللہ سے کوئی بد دعا کرتے ہیں اور فوراً شر کے طلبگار ہوتے ہیں اگر اللہ ان کی
بد دعا کو قبول کرنے میں اسی عجلت سے کام لے جس عجلت سے وہ لوگوں کی نیک دعاؤں کو قبول کرتا ہے

یعنی دعاؤں کا نتیجہ کو جلد طلب کرنے کا آیت میں ذکر ہے جلد نتیجہ دینے کا ذکر نہیں۔ اس شر کو ساتھ استعجال کا ذکر نہیں کیا یعنی بد دعا کے ساتھ نتیجہ کی فوری طلب کا ذکر نہیں کیا بلکہ فوری نتیجہ دینے کا ذکر کیا اس طرح کلام میں اختصار ہو جاتا اور غیر مذکور مطلب قرینہ سے معلوم ہو گیا۔ روایت میں آیا ہے کہ نضر بن حارث نے (اپنے لیے بددعا کی تھی اور) کہا تھا کہ یا اللہ اگر یہی حق ہے جو تیری طرف سے آیا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کر۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ✱ تو ان کا (عذاب کا) وعدہ کبھی کا پورا ہو چکا ہوتا یعنی مار دیئے گئے ہوتے اور ہلاک ہو چکے ہوتے سو اس لیے ان لوگوں کو جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے ہم (فوری طور پر عذاب نہیں دیتے) چھوڑ رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ اصل کلام یوں تھا لیکن ہم ہلاک کرنے میں جلدی نہیں کرتے اور ڈھیل دینے کے بجائے فوری نہیں مار ڈالتے اور ان کافروں کو قرآن میں چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں سرگرداں پھرتے رہیں۔ (مظہری)

۱۲۔ جب انسان کو کسی قسم کا دکھ جیسے مرض اور فقر و فاقہ وغیرہ پہنچتا ہے تو اس کے ازالہ کے لیے ہمارے حضور میں خلوص کے ساتھ دعا مانگتا ہے اپنی کروٹ پر (یعنی عاجزانہ طریقہ سے جھک کر یا بوجہ مرض لیٹ کر دعا مانگتے ہیں) یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے ہر حال میں۔ پھر جب ہم اس سے اس ضرر کو دفع کر دیتے ہیں اس کی دعا کو قبول کر کے تو پھر چل پڑتا ہے اسی طریقہ پر جو دکھ اور تکلیف سے پہلے تھا یعنی صحت و بلا کو بھلا کر سابق کفر و معاصی میں مبتلا ہو جاتا ہے گویا (جب دکھ پہنچا تھا) کسی تکلیف و بلا میں اس نے ہم سے دعا ہی نہ کی تھی۔ حد سے بڑھنے والوں کے اعمال بھلے کر کے دکھائے جاتے ہیں۔ (بحوالہ روح البیان)

لغویات ✱ تَحِیَّتُھُمْ: ان کی دعا سے ملاقات۔ ان کی دعا۔ خیر تَحِیَّۃٌ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ● اِسْتِعْجَالَھُمْ: ان کا جلدی مانگنا۔ ان کا عجلت کرنا۔ اِسْتِعْجَالٌ بروزن اِسْتِفْعَالٌ مصدر ہے۔ اِسْتِعْجَالٌ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ● مَسَّ: ماضی واحد مذکر غائب۔ دکھ پہنچانا، لگ گیا، چھو دیا ✱ مَسٌّ (باب نصر) کا معنی ہے چھو دینا، دکھ پہنچانا، لاحق ہونا، لگ جانا، مراد اس سے قربت صنفی وغیرہ ● کَشَفْنَا: ہم نے دور کر دیا (لغات القرآن)

معلومات مزید ✱ اہل جنت جب سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کہیں گے تو ملائکہ ان کے مرغوبات اور حسب خواہش الغرض جو کچھ وہ لا کر پیش کر دیں گے۔ وہ گفتگو شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کریں گے اور کلام کا اختتام اللہ تعالیٰ کی حمد پر کریں گے۔

● لوگوں کے معاصی، نافرمانی اور سرکشی کی سزا فوراً نہیں بلکہ مہلت دی جاتی ہے اور اچھائی نیکیوں کے جلدی بدلہ اور خیر کی طرح شر کا بھی جلد عوض دیا جاتا تو ان کا فیصلہ کبھی کا ہو چکا ہوتا۔ عذاب میں دیر ان کی گمراہی میں سرگرداں رکھنے کے لیے ہے۔

● انسان جب مبتلا درد و مصیبت ہو تو ہر حال میں یعنی لیٹے، بیٹھے یا کھڑے ہو اللہ سے اس تکلیف سے چھٹکارا کی دعا کرتا ہے اور پھر جب اللہ اپنے فضل سے اس کی مصیبت دور فرما دیتا ہے تو پھر وہ ناشکری سے پہلے کی طرح سرکشی اور نافرمانی کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔ ۲۲

۱۲۔ اسی طرح جیسے کوئی تکلیف یا مصیبت آتی ہی نہ ہو اور اس نے اللہ سے گڑگڑا کر دعا ہی نہ کی ہو۔ یہ روش کرتے ہیں جو حد سے بڑھنے والے ہیں انہیں اسی طرح یہ اعمال آراستہ کر کے دکھائے جاتے ہیں۔

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِن قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا ۙ وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا
كَانُوا لِيُؤْمِنُوا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ○ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ
مِن بَعْدِهِمْ لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ○ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ
قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ
لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي أَخَافُ إِنْ
عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ○

اور بے شک ہم نے ہلاک کر دیا کئی قوموں کو جو تم سے پہلے تھیں جب وہ زیادتیاں کرنے لگے اور آئے ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر اور وہ (ایسے) نہیں تھے کہ ایمان لاتے اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں مجرم لوگوں کو ۔ پھر ہم نے بنایا تمہیں جانشین زمین میں ان کے بعد تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو * اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری روشن آیتیں (تو) کہنے لگتے ہیں وہ جو توقع نہیں رکھتے ہم سے ملنے کی کہ لے آئیے (دوسرا) قرآن اس (قرآن) کے علاوہ یا رد و بدل کر دیجئے اس میں فرما دیجئے مجھے اختیار نہیں کہ رد و بدل کروں اس میں اپنی مرضی سے میں نہیں پیروی کرتا (کسی چیز کی) بجز اس کے جو وحی کی جاتی ہے میری طرف میں ڈرتا ہوں اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں بڑے دن کے عذاب سے (۱۰/۱۳ تا ۱۵ * ت: ض)

۱۳۔ اے مکہ والو! تمہارے زمانے سے پہلے والے لوگوں کو ہم نے تباہ و برباد کیا جبکہ انھوں نے ظلم کیا یعنی تکذیب اور قوٰی و اعضا کو غلط امور میں استعمال کر کے حد سے تجاوز کرنے لگے حالانکہ ان کے پاس تشریف لاتے ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر جو ان کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں (امم ماضیہ) ایسے نہ تھے جو ایمان لاتے کیونکہ ان کی استعداد ختم ہو چکی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے کردار (کی وجہ) سے انھیں اپنی بارگاہ سے دور کر دیا تھا اور اسے علم تھا کہ ان کی موت کفر پر واقع ہوگی گویا ان کے حق میں کہا گیا ہے کہ وہ ایسے تھے جب انھوں نے حد سے تجاوز کیا اور کفر پر ڈٹے رہے تو اب مزید انھیں مہلت دینے سے کوئی فائدہ نہیں تھا اسی لئے انھیں تباہ و برباد کر ڈالا یہ ان کی جزا ہے اور ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں مجرم قوموں کو۔ ہر مجرم کو اس کے جرم کی سزا ایسی ہی ملتی ہے (بحوالہ روح البیان)

۱۴۔ تم لوگ ان کے بعد پیدا ہوئے ہو اور مٹی ہوئی قوموں کے جانشین ہو۔ قدرت کی نگاہ ہر وقت تمہاری کڑی نگرانی کر رہی ہے اگر تم نے راست بازی، عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا نیکی کو فروغ دینے اور بدی کا قلع قمع کرنے میں مقدور بھر سعی کی، اپنے مالک و خالق کے سامنے اپنی جبین نیاز کو جھکائے رکھا اور نوع انسانی کی خدمت میں اپنے وسائل اور قوتوں کو استعمال کرتے رہے

تو تم بھی کوئی آنچ نہیں آنے دی اور اگر تم نے بھی اپنا مقصد سے کوتاہی برتی تو یاد رکھو تمہیں بھی ٹھکرا دیا جائے گا (ضیاء القرآن)

۱۵ - کفار کی ایک جماعت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں تو آپ اس قرآن کے سوا دوسرا قرآن لائیے جس میں لات و عزیٰ و منات وغیرہ بتوں کی برائی اور ان کی عبادت چھوڑنے کا حکم نہ ہو اور اگر اللہ ایسا قرآن نازل نہ کرے تو آپ اپنی طرف سے بنا لیجئے یا اسی قرآن کو بدل کر ہماری مرضی کے مطابق کر دیجئے تو ہم ایمان لے آئیں گے ان کا یہ کہنا یا تو بطریق تمسخر و استہزاء تھا یا انہوں نے تجربہ و امتحان کے لئے ایسا کہا تھا کہ اگر یہ دوسرا قرآن بنا لائیں یا اس کو بدل دیں تو ثابت ہو جائے گا کہ قرآن کلام ربانی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اس کا یہ جواب دیں جو آیت میں مذکور ہوتا ہے (حاشیہ کنز الایمان)

لغوی اشارے * اَلْقُرُوْنَ: جمع، حالت نصب، اَلْقَرْنُ واحد - قوموں کو ● بَیِّنٰتٍ: کھلی ہوئی دلالتیں، روشن دلیلیں ● نَجْزِیْ: جمع متکلم مضارع - جزاء مصدر و اسم باب ضرب - ہم بدلہ دیتے ہیں، ہم بدلہ دیں گے - جزاء ہر بدلہ کو کہتے ہیں اچھا ہو یا برا۔ کبھی صورت جزاء کو بھی جزاء کہہ لیتے ہیں خواہ واقع میں بدلہ نہ ہو ● خَلٰٓئِفَ: جانشین، نائب، قائم مقام، خَلِیْفَۃٌ کی جمع ● تُتْلٰی: وہ پڑھی جاتی ہے، اس کی تلاوت کی جاتی ہے تلاوۃ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (لغات القرآن)

مضمرات مزید * گزری ہوئی قوموں کی تباہی و بربادی کا سبب ان کی سرکشی، تکذیب، بداعمالیاں، نافرمانیاں اور حدود سے تجاوز کرنا تھا۔ جب کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول، روشن نشانیوں کے ساتھ آئے تھے یہ روشن نشانیاں دراصل ان رسولوں کی صداقت اور ان کے پیغام کی سچائی پر دلیل تھیں لیکن سرکش قومیں ایسی نہ تھیں جو حق کو قبول کرتیں اسی وجہ سے وہ دور کر دیئے گئے تھے جیسا کہ کفر پر مرنا ان کا مقدر تھا اس بناء پر انہیں مہلت دینا بے فائدہ تھا اور وہ صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے

● اب تمہیں ان نابود شدہ قوموں کی جگہ ان کا قائم مقام بنایا گیا ہے۔ تمہاری بھی آزمائش ہو رہی ہے کہ تم توحید و رسالت، حق و صداقت کے اقرار، سچائی، صالح اعمال اور انصاف، مساوات اور دیگر حسنات کے سلسلہ میں اگر تم سرخرو رہے تو پھر تمہارے لئے فوز و فلاح ہے اگر اس راہ صدق و صفا سے لڑکھڑا گئے تو خیر نہیں

● مشرکین، کفار اور سرکش لوگ نہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کا خوف رکھتے ہیں اور نہ حشر سے ڈرتے ہیں وہ منکرین قیامت ہیں ان کے سامنے جب آیات جلیلہ کی تلاوت ہو تو یہ کہتے ہیں کہ دوسرا قرآن لائیے یا اس میں ان کی مرضی کے موافق تبدیلی کر دی جائے۔ فرمان حق تعالیٰ ہوا کہ اے حبیب آپ فرما دیجئے کہ آیات حق ہرگز تبدیل نہیں ہو سکتیں، قرآن پاک کلام الٰہی ہے اس کے احکام کی اطاعت لازمی ہے - کافر و مشرکین چاہتے اس کلام پاک میں تبدیلی حکم یا تغیر و تبدل کی خواہش و اصرار کی بناء پر مستحق عذاب ہوئے یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ

قُل لَّوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُم بِهِ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۚ
أَفَلَا تَعْقِلُونَ ○ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۚ إِنَّهُ
لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ ○ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ
وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ
وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ○

آپ کہہ دیجیے کہ اگر اللہ کی مشیت (یہی) ہوتی تو میں نہ تم کو یہ (کلام) پڑھ کر سنا سکتا اور نہ (اللہ) تم کو اس کی اطلاع کرتا اور میں تو تمہارے درمیان اس کے قبل ایک بڑے حصہ عمر تک رہ چکا ہوں کیا تم عقل سے کام (ہی) نہیں لیتے * اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا اس کی نشانیوں کو جھٹلائے یقیناً مجرموں کو فلاح نہیں ہوتی * یہ اللہ کے سوا (ایسی چیزوں کی) عبادت کرتے ہیں جو ان کو نقصان پہنچا سکیں اور نہ نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیزوں کی خبر دیتے ہو جو (اللہ کو) معلوم نہیں نہ آسمانوں میں نہ زمین میں وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے (۱۰/۱۶ تا ۱۸ * ت: م)

۱۶. اے حبیب! آپ کہہ دیجیے کہ اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا نہ وہ تم کو اس سے خبردار کرتا یہ صاف ظاہر ہے کہ اس کی تلاوت محض اللہ کی مرضی سے ہے ● اور چالیس سال تم میں رہا ہوں اس زمانے میں میں تمہارے پاس کچھ نہیں لایا اور میں نے تمہیں کچھ نہیں سنایا تم نے میرے احوال کا خوب مشاہدہ کیا ہے۔ میں نے کسی سے ایک حرف نہیں پڑھا کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا اس کے بعد یہ کتاب عظیم لایا جس کے حضور ہر ایک کلام فصیح پست اور بے حقیقت ہو گیا اس کتاب میں نفیس علوم ہیں اصول و فروع کا بیان ہے۔ احکام و آداب ہیں مکارم اخلاق کی تعلیم ہے غیبی خبریں ہیں اس کی فصاحت و بلاغت نے ملک بھر کے فصحاء و بلغاء کو عاجز کر دیا ہے ہر صاحب عقل سلیم کے لئے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی ہے کہ یہ بغیر وحی الٰہی کے ممکن نہیں تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ اتنا سمجھ سکو کہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے مخلوق کی قدرت نہیں کہ اس کی مثل بنا سکے۔ (بحوالہ حاشیہ کنز الایمان)

۱۷. گناہ طرح طرح کے ہیں۔ کوئی چھوٹا کوئی بڑا۔ لیکن اس سے بڑا اور کوئی گناہ نہیں کہ کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے کوئی شخص کسی کلام کو اللہ تعالیٰ سے منسوب کر دے تو یہ ظلم عظیم ہے۔ نیز یہ بھی یاد رکھو جس طرح کسی بات کو ناحق اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا ظلم عظیم ہے اسی طرح اس کے نازل فرمائے ہوئے قرآن کا انکار کرنا بھی ظلم عظیم ہے۔ لہٰذا کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو افترا باندھے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا یا جھٹلائے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو۔ بے شک مجرم فلاح نہیں پاتے۔ (بحوالہ ضیاء القرآن)

۱۸، کافروں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت بالکل ترک نہیں کر دی تھی بلکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت پر اکتفاء نہ کرتے ہوئے غیروں کی پرستش شروع کر دی اور بتوں کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے برابر سمجھا ★ کہ وہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ اس سے مراد کفار کے اصنام ہیں کہ انہیں کسی قسم کی قدرت نہیں کہ اگر کوئی ان کی پرستش چھوڑ دے تو وہ انہیں نقصان پہنچا دیں یا ان کی کوئی عبادت کرے تو وہ انہیں کوئی فائدہ دیں حالانکہ معبود تو ایسا ہو کہ وہ نیکی پر اجر و ثواب سے نوازے اور برائی پر سزا دے تاکہ اس کی عبادت میں حصول نفع و دفع ضرر کی امید ہو۔ اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے اصنام اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں ہمارے تمام دنیوی مشکلات اللہ سے سفارش کر کے حل کرا دیں گے فرمائیے! کیا تم اللہ تعالیٰ کو خبر دیتے ہو ایسی بات کی جسے وہ نہیں جانتا جو کچھ بھی ہے آسمانوں میں اور نہیں جانتا جو کچھ زمین میں ہے۔ انہوں نے ایک محال امر کا دعویٰ کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بلند تر ہے اس شے سے جو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ وہ ذات شرک سے منزہ ہے لہٰذا اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے (بحوالہ روح البیان)

لغوی اشارے ★ شَآءَ: اس نے چاہا، اس نے ارادہ کیا (مَشِیْئَۃ) مَشِیْئَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، شَآءَ اصل میں شَیِئَ تھا، یٰ متحرک، ماقبل مفتوح، اس لیے یٰ کو الف سے بدل لیا گیا۔ امام راغب لکھتے ہیں اکثر متکلمین کے نزدیک مَشِیْئَۃٌ بالکل اِرَادَۃٌ کی طرح ہے اور بعض کے نزدیک مَشِیْئَۃ نام ہے، اصل میں کسی شے کے ایجاد کرنے اور چاہنے کا، عرف میں اس کا استعمال ارادہ ہی کی جگہ ہوتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشیئۃ کے معنی ایجاد کرنے کے ہیں اور لوگوں کی طرف سے مشیت کے معنی چاہنے کے ان کا بیان ہے کہ (کسی شے کے متعلق) اللہ تعالیٰ کی مشیت ہونا اس امر کا مقتضی ہے کہ (اس) شے کا وجود عمل میں آجائے اور اللہ کے ارادہ کا ہونا اس کا مقتضی نہیں کہ مراد لامحالہ وجود پذیر ہو کر رہے۔ (مفردات القرآن)

معلومات مزید ★ سرکار دو عالم حضور اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت یعنی میلاد النبی مکہ مکرمہ میں قریش کے ایک اہم خاندان بنو ہاشم میں ہوئی۔ آپ کا بچپن اور زمانہ شباب سب مکہ والوں کے سامنے گزرا۔ آپ نے نہ کسی کے پاس پڑھا نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا۔ جب آپ کی عمر شریف چالیس سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی کے ذریعہ اپنے کلام حق کو نازل فرمانا شروع کیا اور ۲۳ سال کی مدت میں پورا کلام مجید قرآن حکیم کو ۱۱۴ سورتیں (۶۶۶۶) آیات جلیلہ کی صورت میں نازل فرما دیا۔ اس کلام پاک میں اوامر و نواہی، قصص و امثال، وعدہ و وعید، احکام تحلیل و تحریم، تسبیح، ادعیہ اور دیگر متفرق فرامین ہیں علوم و معارف، احکام و آداب اور مکارم اخلاق کی ہدایت و تعلیم ہے۔ یہ سب وحی الٰہی کے ذریعہ آئے ہیں۔ یہ اللہ کا کلام اللہ کی طرف سے ہے

- اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کے کلام کو جھٹلائے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے۔ بے شک مجرمین بھلائی سے محروم ہوں گے
- یہ کیسے نادان اور بے سمجھ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ معبود حقیقی کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکتی ہیں ؟؟

... اور نہ ان کو کچھ نفع پہنچا سکتی ہیں اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اس کو معلوم نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں ★ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّآ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ وَيَقُولُونَ لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۖ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانتَظِرُوٓا ۖ إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ ۝ وَإِذَآ أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّن بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِيٓ آيَاتِنَا ۚ قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ۝

اور لوگ ایک ہی امت تھے پھر مختلف ہوئے اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی تو یہیں ان کے اختلافوں کا ان پر فیصلہ ہو گیا ہوتا ✱ اور کہتے ہیں ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری تم فرماؤ غیب تو اللہ کے لئے ہے اب راستہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھ رہا ہوں ✱ اور جب کہ ہم آدمیوں کو رحمت کا مزہ دیتے ہیں کسی تکلیف کے بعد جو انہیں پہنچی تھی جبھی وہ ہماری آیتوں کے ساتھ داؤں چلتے ہیں تم فرما دو اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلد ہو جاتی ہے بیشک ہمارے فرشتے تمہارے مکر لکھ رہے ہیں۔

(۱۰/۱۹ تا ۲۱ ✱ ت: ک)

۱۹۔ سب لوگ دین واحد پر تھے اور وہ ابتدا ہی سے اسلام تھا۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس قرن گزرے یہ سب لوگ آدمؑ کے سچے دین پر تھے پھر لوگوں میں اختلاف ہو گیا اور بتوں کی لوگ عبادت کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول دلائل اور براہین کے ساتھ بھیجے۔ جس نے خدا کی دلیل کو چھوڑ دیا وہ ہلاک ہو گیا اور جس نے دلیل کو لے لیا وہ سلامت بچ گیا۔ اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب نہیں دیتا جب تک کہ پیغمبروں کو بھیج کر اس پر دلیل و حجت نہ قائم کر دے۔ اللہ تعالیٰ تو مخلوق کو ایک وقت مقررہ تک زندہ رکھتا ہے پھر مار دیتا ہے اور جس کے بارے میں وہ آپس میں اختلاف رکھتے تھے قیامت کے روز اس کا فیصلہ کر دے گا۔ مومنین کامیاب رہیں گے اور کافر ذلیل رہیں گے۔ اگر ایک بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے طے ہو چکی ہے تو جس چیز میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں ان کا قطعی فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا۔ (تفسیر ابن کثیر)

۲۰۔ کفار کہتے ہیں کیوں نہیں نازل ہوئی ان پر آیت یعنی معجزہ ان کے رب تعالیٰ کی طرف سے (خاص طرح کی نشانیاں) معجزات جیسے ہاتھوں کا نورانی ہونا، عصا کا سانپ بن جانا اور نہروں کا جاری ہونا وغیرہ وغیرہ کا مطالبہ کرتے۔ تو آپ انہیں فرمائیے بے شک غیب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ لہٰذا تم اپنے مطالبات کے نزول کا انتظار کرو بے شک میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں تاکہ ظاہر ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے آیات سے انکار اور ناجائز مطالبات پر تمہارے ساتھ کیا کرتا ہے اور جب مہلت

اس لیے واضح رہے کہ تمہارا رب ہی ہے ظالم کی مکمل طور پر گرفت فرمانے والا اور چاہے تو کسی ظالم کو فوراً بھی پکڑ سکتا ہے۔ (روح البیان)

اور یہ کفار جب تک مصیبت و آفات میں گرفتار رہتے ہیں تب تک تو قرآن مجید صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے اور ان کے خلاف کاروائیاں نہیں کرتے تو جب ہی انہیں ہم تھوڑی سی راحت دے دیتے ہیں مصیبت ٹال دیتے ہیں تب وہ آیات قرآنیہ معجزات نبویہ کو باطل کرنے کی کوشش اور مذاق اڑانے میں پہلے کی طرح مشغول ہو جاتے ہیں گزشتہ آفات و بلیات کو بھول جاتے ہیں اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دو کہ اللہ اسرع مکرا ہے رب تعالیٰ کی خفیہ تدبیر بہت جلد تم تک پہنچ جائے گی کہ اچانک رب تعالیٰ اپنے محبوب کی ایسی مدد کرے گا کہ تم حیران رہ جاؤ گے تمہاری سالہا سال کی تدبیریں چند دنوں میں ختم ہو کر رہ جائیں گی علاوہ ازیں تم پر آفت ڈھائیں گی مکار ہو اس کا علم ہر ایک کو ہوتا ہے تو نہ چھپا سکو گے تمہاری ہر حالت ہر قول و فعل لکھا جا رہا ہے ہماری طرف سے تم پر جو کاتبین اعمال فرشتے مقرر ہیں سب کچھ لکھ رہے ہیں۔ (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارات ✱ اُمَّةً: امت، جماعت، مدت، طریقہ، دین۔ ہر وہ جماعت جس میں کسی قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو اسے امت کہا جاتا ہے خواہ یہ اتحاد مذہبی وحدت کی بنا پر ہو یا جغرافیائی اور عصری وحدت کی وجہ سے اور خواہ اس رابطہ میں امت کے اپنے اختیار کو دخل ہو یا نہ ہو۔ اخفش نے تصریح کی ہے کہ امت باعتبار لفظ کے واحد ہے اور باعتبار معنی کے جمع نیز حیوان کی ہر جنس ایک امت ہے (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۹۸) ابن درستویہ کا بیان ہے کہ جاہلیت میں امت کے معنی مدت کے ہوتے تھے وہاں اس کا مضاف محذوف ہوتا اور مضاف الیہ مضاف کے قائم مقام سمجھا جاتا تھا (فتح القدیر للشوکانی ج ۲) امت کے مجازی معنی طریقہ اور دین کے بھی آتے ہیں عرب والے بولتے ہیں فلان لا امة له یعنی فلاں کا کوئی دین اور طریقہ نہیں (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۹۸) (مجاز لغات القرآن)

مفہومات مرادیہ ✱ پہلے سب لوگ فطرت پر تھے موحد اور ایک طریقہ پر ایک جماعت تھے یا رب کے دین اسلام پر قائم تھے یا تو حضرت آدمؑ سے ہابیل قابیل تک، یا حضرت آدمؑ سے حضرت نوحؑ تک یا طوفان نوحؑ کے بعد یا پھر عہد خلیل اللہؑ سے عمرو بن لحی کے زمانہ تک سب توحید پر قائم تھے۔ پھر ان کے درمیان اختلاف پڑ گیا اور ان میں اتفاق ختم ہو کر گروہ بن گئے اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو اللہ کی طرف سے پہلے طے ہو چکی ہے تو جس چیز پر ان کا اختلاف ہے اس کا فیصلہ دنیا ہی میں ہو چکا ہوتا۔

- کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اترا جیسا کہ انبیاء سابقین پر اترا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے کہ غیب کی خبر تو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے ✱ تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر رہوں گا کہ اللہ تعالیٰ یہ وہ غیب کیا ظاہر فرماتا ہے جو تم اس کی آیات کا انکار اور نازیبا مطالبے کرتے ہو
- جب بھی اللہ تعالیٰ ان منکرین کو مصائب و تکالیف سے چھٹکارا دیتا ہے اور راحت و سکون عطا فرماتا ہے تو وہ مکر و فریب کرنے لگتے ہیں آیات الٰہی میں۔ اللہ تعالیٰ جلد انہیں اس مکر و فریب کی سزا دے گا۔ فرشتے ان منکرین اور مکاروں کے تمام اقوال و اعمال لکھ رہے ہیں

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا كُنتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ
وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ
بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝
فَلَمَّا أَنجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ
عَلَىٰ أَنفُسِكُم ۙ مَّتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

وہی تو ہے جو تم کو جنگل اور دریا میں لئے پھرتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور موافق ہوا سے وہ کشتیاں ان کو لے کر چلتی ہیں اور وہ خوش ہوتے ہیں کہ (دفعتاً) ان کشتیوں پر تند ہوا چلنے لگی اور ہر طرف سے ان پر پانی کی لہریں گرنے لگیں اور یقین ہو جاتا کہ اب تو (لہروں میں) گھر گئے تب تو خالص اللہ تعالیٰ ہی کو پکار کر اس کو پکارنے لگتے ہیں کہ اگر تو نے ہم کو اس سے نجات دی تو ہم تیرا شکر کیا کریں گے ✱ پھر جب وہ ان کو نجات دے دیتا ہے تو زمین پر اترتے ہی ناحق کی سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ لوگو! تمہاری سرکشی تمہاری ہی جان کا وبال ہے۔ دنیا کی زندگی کا تمتع ہے پھر تم کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے تب ہم تمہیں بتائیں گے کہ تم کیا کیا کرتے تھے
(۱۰/۲۲،۲۳ ✱ ت: خ)

۲۲۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو تمہیں چلاتا ہے یعنی مسافت طے کرنے کی تمہیں قدرت دیتا ہے۔ خشکیوں کی مسافت طے کرنے کے لئے قدم یا سواریاں (مثلاً گھوڑے، خچر، گدھے اور اونٹ وغیرہ) اور دریاؤں کو عبور کرنے کے لئے چھوٹی بڑی کشتیوں کے ذریعہ تمہارا سفر طے کراتا ہے۔ یہاں تک کہ تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں ان لوگوں کو لے جاتی ہیں پاکیزہ ہواؤں کے ذریعہ کہ نرم نرم اور ان کے مقصد کے مطابق چلتی ہیں اور ان سے خوش ہوتے ہیں کہ کیسی پاکیزہ ہوائیں ہیں اور کیسے ہی ہمارے حال اور مقصد کے مطابق چل رہی ہیں۔ آتی ہیں ان کے پاس یعنی جب جانب مخالف سے پاکیزہ ہوائیں پہنچتی ہیں اور ان پر غلبہ پاتی ہیں اور ان کے پاس دریا کی موج آئے ہر جگہ سے یعنی ہر وہ جگہ سے جہاں پانی کی موج کا تصور ہو سکتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ جہاں سے ہوا مخالف ہو اسی طرف سے موج ہو اور دوسری طرف سے نہ ہو بلکہ موج کو جہاں سے موقعہ ملتا ہے وہیں سے ظاہر ہوتی ہے اور انہیں گمان ہوتا ہے کہ وہ گھیرے میں آگئے یعنی ہلاک ہونے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگے درانحالیکہ اللہ تعالیٰ کے لئے دین خالص کا اظہار کر رہے تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا درانحالیکہ وہ قسم کھا کر کہتے تھے اے اللہ تعالیٰ! اگر تو نے ہمیں نجات بخشی اس مصیبت سے تو ہم ہمیشہ تیری نعمتوں کا شکر کرتے رہیں گے۔ (روح البیان)

۲۳۔ اللہ تعالیٰ جب ان کی دعا قبول کرتا ہے اور طوفان سے رہائی دے دیتا ہے تو یکدم وہ حدود فساد میں داخل ہو جاتے ہیں۔ فساد تو ہوتا ہی ناحق ہے۔ اے لوگو! سن لو کہ یہ تمہاری سرکشی تمہارے لئے

وبال جان ہونے والا ہے ظلم کا برا نتیجہ خود انہی کی طرف لوٹتا ہے۔ ترمذی و ابن ماجہ نے حسن سند کے ساتھ حضرت
ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن سلوک
اور اقربا پروری کا اچھا نتیجہ ہر بھلائی سے جلد مل جاتا ہے اور ظلم و قطع رحم کا برا نتیجہ ہر برائی
کے نتیجے سے پہلے آجاتا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
"یہ تین چیزیں اپنے کرنے والے پر لوٹ پڑتی ہیں۔ ظلم، فریب اور دغا"۔ (ابن مردویہ) حضرت
ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر پہاڑ پہاڑ پر ظلم کرے تو
ظلم کرنے والا پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ ✱ زندگی کے چندے اس سے حظ اٹھا لو۔ یعنی
عارضی اور فنا پذیر ہے متاع الحیوٰۃ پھر (مرنے کے بعد قیامت کے دن) تم سب کی واپسی ہماری ہی طرف ہوگی
پھر تمہارے اعمال کا بدلہ دے کر ہم تم کو آگاہ کر دیں گے کہ یہ بدلہ فلاں عمل کا ہے (بحوالہ تفسیر مظہری)

لغوی اشارے ✱ یُسَیِّرُ واحد مذکر غائب مضارع تسییر مصدر (تفعیل) وہ چلاتا ہے، لے جاتا ہے
پھیرتا ہے ● بَرّ: زمین خشکی، بحر کی ضد ہے ● بَحر: دریا، سمندر۔ بحر اصل میں اس وسیع
مقام کا نام ہے جہاں بہت کثرت سے پانی ہو اور اسی اعتبار سے سمندر کو بحر کہتے ہیں۔ سمندر میں دو چیزیں
ہوتی ہیں ایک پانی کی کثرت اور وسعت اور دوسرے نمکینی اور کھاراپن۔ ان ہی دونوں مفہوموں
کے لحاظ سے کبھی بحر کا استعمال کسی چیز کی زیادتی اور وسعت کے مفہوم پر ہے اور کبھی ملاحت
اور نمکینی کا مسئلہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جس سمندر کو پار کرایا تھا وہ
بحر احمر (قلزم) تھا ● الفُلک: یہ لفظ مذکر بھی ہے اور مونث بھی جمع بھی ہے اور واحد بھی یا جمع بصورت
واحد ہے اگر جمع ہوتا تو اس کا واحد فَلَک ہوتا۔ اُشنۃ (قاموس) کشتی، جہاز (لغات القرآن)

معجزات مزید ✱ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو تم کو چلاتا ہے خشکی اور دریا میں یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں
ان کو لے چلتی ہیں ساتھ نرم ہوا کے اور اس سے خوش ہوتے ہیں۔ اور جب ان کشتیوں پر تیز ہوائیں طوفان آجاتے ہیں اور
انہیں اپنی ہلاکت کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے تو وہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے اخلاص کے ساتھ دعا کرتے ہیں اور خاص اسی کو پکارتے
ہیں کہ البتہ اگر تو ہم کو نجات دے اس ہوا طوفان و طغیانی اور بلا سے تو ہم شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے۔
● لوگوں پر جب بلا یا مصیبت پڑتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے رجوع ہو کر دعائیں اور فریاد کرتے ہیں اور جب
اللہ تعالیٰ ان کے مصائب کو دور فرما دیتا ہے تو پھر وہ شکر گزاری اور فرمانبرداری کے بجائے جس کا عہد کیا تھا اب علیحدہ ہو
جاتے ہیں اور اپنی پرانی راہ پر چلنے لگتے ہیں یعنی نافرمانی اور سرکشی کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں اور ملک میں ناحق
شرارت کرنے لگتے ہیں گویا کبھی ان پر مصیبت آئی ہی نہ تھی۔ تو لوگو! تمہاری سرکشی اور شرارت کا وبال تمہارے اوپر پڑے گا
چند روزہ دنیا کے مزے اٹھانے والا ہے۔ پھر تم کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے پھر ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ ملے گا۔

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا
يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰىٓ اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ
اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا
حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝
وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ لِلَّذِيْنَ
اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

پس حیاتِ دنیوی (کے عروج و زوال) کی مثال ایسی ہے جیسے ہم نے پانی اتارا آسمان سے سو گھنی ہو کر اگی پانی کے باعث سبزی زمین کی جس سے انسان بھی کھاتے ہیں اور حیوان بھی۔ یہاں تک کہ جب لے لیا زمین نے اپنا سنگھار اور خوب آراستہ ہو گئی اور یقین کر لیا اس کے مالکوں نے کہ (اب) انہوں نے قابو پا لیا ہے اس پر (تو اچانک) آ پڑا اس پر ہمارا حکم (عذاب) رات یا دن کے وقت پس ہم نے کاٹ کر رکھ دیا اسے گویا کل وہ یہاں تھی ہی نہیں یونہی ہم وضاحت سے بیان کرتے ہیں (اپنی قدرت کی) نشانیوں کو اس قوم کے لئے جو غور و فکر کرتی ہے * اور اللہ تعالیٰ بلاتا ہے (ہر ع) سلامتی کے گھر کی طرف اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف * ان کے لئے جنہوں نے نیک عمل کئے نیک جزا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور نہ چھائے گا ان کے چہروں پر (رسوائی کا) غبار اور نہ ذلت (کا اثر ہوگا) یہی لوگ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔
(ض: ت * ۱۰/۲۴ تا ۲۶)

۲۴۔ دنیا کا حال عجیب سا ہے۔ دنیا اس نباتات کے مشابہ ہے جو عجیب و غریب ہونے کی وجہ سے بطور مثال ہر جگہ بیان کی جاتی ہے۔ اس پانی کی طرح جسے ہم نے آسمانوں سے اتارا تو وہ زمین کی انگوریوں سے مل جائے یعنی اس پانی کی وجہ سے انگوریاں ایک دوسری سے ایسے مل جائیں تو یا وہ آپس میں گتھے ملائے ہوئے کھل کر زمین سے باہر آ جاتی ہیں یہ نباتات سے حال ہے یعنی ان انگوریوں کا یہ حال ہے کہ بعض لوگ کھاتے ہیں جیسے اناج اور سبزیاں اور جانور گھاس چرتے ہیں یہ اختلاط کی غایت ہے یہاں تک کہ جب امر الٰہی ہوتا ہے جب زمین اپنی زیب و زینت اور نقش و نگار لیتی ہے اور خوب اچھی طرح کھیتوں کی مختلف شکلوں اور رنگوں سے آراستہ و پیراستہ ہو جاتی ہے اور اس زمین والے گمان کرتے ہیں۔ یعنی ان کا خیال ہے کہ جو کچھ انہوں نے بویا یا جو کھیتی پک گئی اسے اٹھانے پر اپنے قابو میں رکھنے والے ہیں۔ اچانک اسی زمین پر ہمارا فرمان یعنی عذاب آتا ہے کہ اس پر زمین پر خرابی پہنچتی ہے رات کو یا دن کو تو ہم اس زمین کی کھیتیوں کو (اسی طرح جو کچھ ان پر ہوتا ہے) کر دیتے ہیں کٹی ہوئی اس شے سے اسے تشبیہ دی گئی ہے جسے جڑ سے اکھاڑ دیا جائے گویا وہ کھیتی پیدا ہی نہ ہوئی تھی اسی وقت۔ یعنی گویا وہ کھیتی اس وقت تھی ہی نہیں۔ اس عجیب و غریب کی تفصیل کی طرح ہم آیات وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔ منجملہ میں آیات ہیں جو

حیاتِ دنیا کے احوال پر تنبیہ کرتی ہیں تفکر اور تدبر کرنے والوں کے لئے۔ (بحوالہ روح البیان)

۲۵۔ اے لوگو! تم دنیا کی زندگی کی بے وفائی سن چکے کہ اس کا اول کیا ہے درمیان کیا اور آخر کیا کہ انسان روتا ہوا پیدا ہوتا ہے مشقتیں جھیلتا ہوا رہتا ہے اور فنا ہو کر یہاں سے جاتا ہے۔ رب تعالیٰ تم کو اپنے کلام نبیوں، ولیوں اور علماء دین کے واسطے سے سلامتی کے گھر یعنی جنت کی طرف بلا رہا ہے جنت وہ جگہ ہے جس کا اول عطا ہے درمیان میں رضا اور آخر میں لقا ہے۔ رب تعالیٰ اس عالی گھر کی طرف سب کو بلاتا ہے دعوت اس کی عام ہے مگر ہدایت اس کو دیتا ہے جسے چاہے غرضیکہ بلاوا سب کو ہے مگر یہ بلاوا کوئی کوئی قبول کرتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں بلاوا قبول کرنے کی تین نشانیاں ہیں۔ دنیا سے بے رغبتی، آخرت کی طلب، اللہ رسول کی طرف دل کی توجہ۔ رب تعالیٰ سب کو نصیب کرے (اشرف التفاسیر)

۲۶۔ جن لوگوں نے (دنیا میں) نیک عمل کئے ان کے لئے آخرت میں اچھا ثواب اور مزید انعام بھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "قیامت کے دن اللہ ایک منادی مقرر فرمائے گا جو اتنی آواز سے ندا کرے گا کہ اگلے پچھلے سب سن لیں گے اے اہلِ جنت اللہ نے تم سے اچھے ثواب کا وعدہ کیا تھا اور زیادت کا بھی۔ اچھا ثواب جنت ہے اور مزید (انعام) رحمٰن کا دیدار حاصل کرنا (بروایت حضرت ابو موسیٰ اشعری بحوالہ ابن جریر و ابن مردویہ) اور ان کے چہروں پر نہ غم کی کدورت چھائے گی نہ ذلت۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں قتر اس غبار کو کہتے ہیں جس میں سیاہی ہو اور ذلت کا معنیٰ ہے حقارت۔ دوزخیوں کی طرح اہلِ جنت کے چہروں پر نہ غبار کی سیاہی چھائی ہوئی ہوگی نہ ذلت۔ یہی اہلِ جنت ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ جنت کی نعمتوں کا زوال نہ ہوتا ہے نہ وہ کبھی فنا ہوں گی۔ (تفسیر مظہری)

لغوی اشارے ★ زُخْرُف : ملمع، سنہری، سونا، آراستہ، زینت اور کسی شے کے کمال حسن کو زخرف کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے سونے کو زخرف کہا جاتا ہے لیکن قول کے ساتھ جب اس کا استعمال ہو تو جھوٹ سے آراستہ کرنے اور ملمع کی باتیں کرنے کے معنی ہوتے ہیں۔ زُخْرُفَهَا اس کی رونق اس کی چمک اس کا سنگار۔ زخرف مضاف ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ● حصید کٹی ہوئی کھیتی، جڑ سے کٹا ہوا حصاد سے بروزن فعیل بمعنی مفعول صفت مشبہ کا صیغہ ہے (لغات القرآن)

مفہوماتِ مزید ★ دنیا کی زندگی کی مثال تو بس ایسی ہے جیسے یہ معاملہ کہ آسمان سے ہم نے پانی برسایا اور زمین کی نباتات جو انسانوں اور حیوانات کے لئے غذا کا کام دیا کرتی ہیں اس سے شاداب ہو کر پھلتی پھولتی ہیں اور باہم دیگر مل جاتی ہیں پھر جب وہ وقت آیا کہ زمین نے اپنے سبزہ اور لالہ و گل کے سارے زیور پہن لئے اور لہلہاتے ہوئے کھیتوں اور ترو تازہ باغوں سے خوش نما ہو گئی اور زمین کے مالک یہ سمجھے کہ اب فصل ہمارے قابو میں آ گئی ہے تو اچانک

ہمارا حکم دن کے وقت یا رات کے وقت نمودار ہو گیا اور ہم نے زمین کی ساری فصل اس طرح بیخ و بن سے کاٹ کر رکھ دی گویا کل دن پہلے تک ان کا نام و نشان ہی نہ تھا (تمام تر جواب و ترجمان) اسی طرح ہم حقیقت کی دلیلیں کھول کھول کر بیان کر دیتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرنے والے ہیں۔

● جنت کو دارالسلام فرمایا گیا ہے۔ ہر کلفت مصیبت بلا پریشانی نقصان و زیاں سے پناہ کا مقام ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کو اپنی طرف یعنی حق کی طرف پیغمبر حق، دین حق اور دارالسلام یعنی جنت کی طرف بلا رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جب سورج نکلتا ہے تو اس کے دونوں طرف فرشتے ہوتے ہیں اور آواز دیتے ہیں جسے جن و انس کے سوا سب اس کو سنتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اے لوگو اللہ کی طرف آؤ جو کم ہو اور کافی ہو جائے وہ اچھا ہے اس زیادہ سے جو اللہ سے غافل کر دے۔ (ابن کثیر) اللہ تعالیٰ دارالسلام کی طرف تم کو بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ راست پہ چلنے کی توفیق دے دیتا ہے۔

● نیکوں کے لئے نیکی اور زیادہ یعنی دیدار الٰہی انعام مزید ہے۔ اہل ایمان و اطاعت اور رات دن احکام الٰہی کی پابندی کرنے والے فرمانبرداروں کے لئے نہ صرف ان کے اعمال صالحہ کے موافق ان کو اجر و ثواب عطا ہوتا بلکہ اس اجر و ثواب کے علاوہ انہیں اور زیادہ انعامات و اکرام سے نوازا جائے گا ان کے چہروں پہ پاکیزگی، نور اور سعادت کی چمک ہوگی۔ یہ لوگ جنتی ہیں تو وہ سدا جنت ہی میں رہیں گے۔

وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ
مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ
اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ
اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَاۗؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاۗؤُهُمْ
مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ۝ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ
عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝

اور جن لوگوں نے برائیاں کمائی ہیں (سو) بدی کی سزا ویسی ہی بدلی ہے اور ایسے لوگوں کو ذلت
چھا لے گی کوئی انھیں اللہ (کے عذاب) سے نہ بچا سکے گا گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات
کے ٹکڑے لپیٹ دیے گئے ہیں دوزخ والے یہی لوگ ہیں اس میں ہمیشہ پڑے ہی رہیں گے ★ اور
(وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ہم شرک کرنے والوں
سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شرکاء (خدائی) اپنی جگہ ٹھہرو۔ تو ہم انھیں مسلمانوں سے جدا
کردیں گے۔ اور ان کے (وہ مزعومہ) شرکاء (ان سے) کہیں گے تم ہماری عبادت تو کرتے
نہ تھے ★ سو اللہ ہمارے تمہارے درمیان کافی گواہ ہے کہ ہم کو تو تمہاری عبادت کی خبر بھی نہ تھی۔
(۱۰/۲۷ تا ۲۹ ★ ت:م:ک:)

۲۷۔ بدنیت گنہگاروں اور مشرکوں کا حال بیان ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ
عدل کیا جائے گا کہ ان کے گناہوں کی سزا دگنی چوگنی نہیں ہوگی بلکہ برابر برابر ہوگی ان پر ان کے گناہوں کی
ذلت چھائی ہوئی رہے گی۔ جب کہ وہ برستے تو تم ان کو شرمندہ اور ذلیل دیکھو گے۔ قیامت کے
دن تک کے لئے ان کے عذاب میں تاخیر کردی گئی ہے ان کو اللہ سے بچانے اور سفارش کرنے والا کوئی نہیں
اس دن ان کے لیے کہ عذاب سے بچ کہاں سکتے ہیں وہ ہرگز نہیں چھوڑے جائیں گے خدا کے سامنے انھیں
آنا پڑے گا ان کے چہرے اس قدر کالے رہیں گے گویا تاریک رات کا حصہ ان کے چہروں پر چڑھا دیا گیا ہے
اس دن بعض چہرے تو روشن ہوں گے اور بعض سیاہ اور جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا
جائے گا کیا ایمان لا چکنے کے بعد بھی تم نے کفر کیا تھا۔ تو اب اپنے کفر کا مزہ چکھو اور جن کے چہرے
روشن رہیں گے وہ خدا کی رحمت میں رہیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے بعض کے چہروں پر اداسی ہوگی اور
تاریکی رہے گی یہ لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (بحوالہ ابن کثیر)

۲۸۔ اور وہ دن بھی یاد کرو جب ہم ان سب کو جمع کریں گے یعنی دونوں فریقوں کو پھر ہم مشرکوں
سے کہیں گے تم اور جن کو تم شریک بناتے تھے سب اپنی جگہ ٹھہرو تاکہ جو عمل ہم تمہارے ساتھ
کرتے ہیں اس کو دیکھو۔ (شرکاء سے مراد اصنام ہیں) پھر ہم ان کافروں اور ان کے معبودوں کے

درمیان تفریق ڈال دیں گے یعنی ان کے دنیوی رشتے اور تعلقات باہم منقطع کر دیں گے یہاں
تک کہ باطل معبود اپنے پرستاروں سے بیزاری کا اظہار کریں گے یا یہ مطلب ہے کہ ہم مومنوں
کو ان سے الگ کر دیں گے۔ اور ان سے ان کے شرکاء یعنی اصنام کہیں گے تم ہماری پرستش
نہیں کرتے تھے مطلب یہ کہ اپنی پرستش کرنے کا ہم نے ان کو حکم نہیں دیا تھا انہوں نے خواہ مخواہ
از خود ہم کو معبود بنا لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اصنام کو گویا بنا دے گا وہ بجائے سفارش کرنے کے
رد در رد کافروں سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شرکاء سے مراد ملائکہ
اور مسیح ہیں۔ مسیح اور ملائکہ نے مشرکوں کو حکم نہیں دیا تھا کہ تم ہماری پرستش کرو نہ کافروں
کے اس فعل کو پسند کرتے تھے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

۲۸۔ کفار و مشرکین نے درحقیقت اپنی خواہشات کی پرستش کی جب کہ خواہش نفسانی نے انہیں بتوں
کی پرستش پر ابھارا اور شیطان کو لوگ بہکانے کا موقع مل گیا اس معنی پر اصنام کا قول
اپنے حقیقی معنیٰ پر ہوگا اس لئے کہ مشرکین نے اگرچہ بظاہر اصنام کی لیکن درحقیقت وہ اپنی
خواہشات فاسدہ کے پرستار تھے لہٰذا ہمارے اور تمہارے مابین اللہ شاہد کافی ہے اس لئے
حقیقت حال کو وہی جانتا ہے ہم تمہاری پرستش سے البتہ غافل تھے یعنی ہم تمہاری پرستش سے
راضی نہیں تھے۔ مجازاً غفلت کے معنی عدم رضا کے آتے ہیں (بحوالہ روح البیان)

لغوی اشارے ✶ کَسَبُوا: جمع مذکر غائب ماضی معروف۔ انہوں نے برے کام کئے یا انہوں
نے اچھے کام کئے، ظاہر یہ ہی اچھے کام کئے ● عَاصِم: بچانے والا، حفاظت کرنے والا، روکنے والا
عِصْمَةٌ سے جس کے معنی حفاظت کرنے کے اور روکنے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ● اُغْشِیَتْ:
وہ ڈھانک دی گئی۔ اِغْشَاءٌ سے جس کے معنی ڈھانک دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ل ق)

معلومات مزید ✶ جن لوگوں نے برے کام کئے ہیں ان کا سزا و عذاب ان کے برے کام کے اعتبار سے ہے
یعنی جتنا برا کیا ہے اتنا ہی وبال پڑے گا ان کے لئے رسوائی، ناکامی و ذلت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے ان کو بچانے
والا کوئی نہ ہوگا۔ ان کا کوئی سفارشی ہوگا اور نہ کوئی ان کا مددگار ہوگا ان کے چہروں پر رات کی تاریکی سی سیاہی
ہوگی گویا ان کے چہروں پر سیاہ رات کا ایک ٹکڑا سا اڑھا دیا گیا ہو یہی دوزخی ہیں اور جہنم میں ہمیشہ رہنے والے

● وہ دن لائق ذکر ہے جس دن میدان حشر میں سب جمع کئے جائیں گے پھر مشرکین سے کہا جائے گا کہ تم اور تمہارے شرکاء
یعنی معبودان باطل اپنی جگہ ٹھہرو پھر ان مشرکین اور ان کے اصنام میں پھوٹ ڈال دی جائے گی اس وقت وہ شرکاء مشرکین سے کہیں گے
ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری پرستش کرو۔ "فزیلنا" سے بعض مفسرین نے مشرکین سے مومنین کے الگ ہو جانا مراد لیا ہے
● اصنام کہیں گے اللہ ہمارے لئے کافی گواہ ہے ہمارے تمہارے بیچ کہ ہم تمہاری پرستش سے ہرگز واقف نہ تھے بالکل بے خبر تھے۔

هُنَالِكَ تَبْلُوا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ أَسْلَفَتْ وَرُدُّوٓا إِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ
عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ
أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ
الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللّٰهُ فَقُلْ أَفَلَا
تَتَّقُونَ ۝ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ فَأَنّٰى
تُصْرَفُونَ ۝

یہاں ہر جان جانچ لے گی جو آگے بھیجا اور اللہ کی طرف پھیرے جائیں گے جو ان کا سچا مولیٰ ہے اور ان کی ساری بناوٹیں ان سے گم ہو جائیں گی * تم فرماؤ تمہیں کون روزی دیتا ہے آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور کون تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے تو اب کہیں گے کہ اللہ تو تم فرماؤ تو کیوں نہیں ڈرتے * تو یہ ہے تمہارا سچا رب پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔ (ت: ک * ۳۰ تا ۳۲ / ۱۰)

۳۰۔ اس مقام پر ہر شخص اپنے اگلے کئے ہوئے کاموں کو جانچ لے گا اور اپنے گزشتہ اعمال کے نفع و ضرر کو دیکھ لے گا۔ اور یہ لوگ اللہ کی طرف جو ان کا مالک حقیقی ہے لوٹائے جائیں گے یعنی اللہ کے فیصلہ کی طرف یا اللہ کے عذاب کی طرف۔ مولٰھم الحق کا یہ مطلب ہے کہ اللہ ہی حقیقت میں ان کا مالک اور ان کے امور کا ذمہ دار ہے۔ وہ معبود مالک نہیں جن کو کافروں نے معبود بنا رکھا تھا * اور جو معبود انہوں نے (از خود) تراش رکھے تھے وہ سب غائب ہو جائیں گے کھو جائیں گے (کوئی بھی ان کا ساتھی نہ ہوگا) * (ایک شبہ) کافروں کا تو کوئی مولیٰ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وان الکافرین لامولیٰ لھم۔ ازالہ: آیت زیر بحث میں مولیٰ کا معنی ہے رب اور مالک اور "لامولیٰ لھم" میں مولیٰ کا معنی ہے مددگار اور حمایتی) (تفسیر مظہری)

۳۱۔ اے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم! مشرکین کو حقیقت توحید و بطلان شرک پر حجت قائم کر کے فرما دیجئے کہ تمہیں رزق کون دیتا ہے آسمان سے بارش نازل کر کے اور زمین سے کھیتیاں اگا کر۔ کیا ہے کوئی جو کانوں اور آنکھوں کی ملکیت رکھتا ہو یعنی کس کو ان کی تخلیق اور انہیں فطرۃ عجیبہ کے مطابق جوڑنے کی طاقت نہیں یا یہ معنی ہے کہ ان کی آفات سے کون حفاظت کر سکتا ہے باوجود آفات کثیر الوقوع ہیں اور ان میں معمولی سی تکلیف پہنچے تو فوراً خراب ہو جاتی ہیں لیکن بایں ہمہ ہر آفت و بلا سے محفوظ و مامون ہیں۔ اور کون ہے جو زندے کو مردے سے اور مردے کو زندے سے پیدا فرماتا ہے

اور یہ سب جملہ امور عالم علوی ہوں یا سفلی روحانی ہوں یا جسمانی کون تدبیر فرماتا ہے تو بلا تاخیر کہیں گے
جملہ امور مذکورہ بالا کا خالق و فاعل صرف اللہ تعالیٰ ہے اور کوئی نہیں جبکہ ثابت واضح امر ہے کہ ہر شے کا
خالق و صانع اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا ہے لہٰذا اب انہیں واضح طور پر فرمایئے تم اللہ تعالیٰ کے
عذاب سے کیوں نہیں ڈرتے۔ (تفسیر روح البیان)

۳۲۔ ان صفات کا مالک ہی تو تمہارا سچا رب ہے جس کی ربوبیت تم پر کرم فرما رہی ہے، اور ہے
اور رہے گی۔ اسے کبھی زوال نہیں۔ جب حق وہ ہے تو سمجھ لو کہ اسے چھوڑ کر جسے اختیار کیا
جائے وہ محض گمراہی ہے تم کیسے پھیرے جاتے ہو۔ رب کی طرف کیوں نہیں آتے۔ (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے * اَسْلَفَتْ: وہ پیچھے کر چکی۔ اس نے آگے بھیجا۔ اِسْلَافٌ سے جس کے معنی کسی
کام کو اگلے وقت میں کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ● رُدُّوا: وہ واپس لائے گئے
وہ لوٹائے گئے، وہ پھیرے گئے۔ رَدٌّ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ● ضَلَّ: گمراہ ہوا، بھٹکا
بھٹکا، راہ سے دور جا پڑا، کھو گیا، ضائع ہو گیا، گم ہو گیا، ہلاک ہو گیا۔ ضَلَالٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر
غائب ● یَفْتَرُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع۔ اِفْتِرَاءٌ مصدر (افتعال) وہ دروغ بافی کرتے
ہیں بہتان باندھتے ہیں ● یَمْلِكُ: واحد مذکر غائب مضارع مرفوع مُلْكٌ مصدر (ضرب) مثبت
قابو رکھے گا، اختیار رکھے گا، مالک ہے۔ منفی۔ وہ قابو نہیں رکھتا، اختیار نہیں رکھتا ● یُدَبِّرُ: واحد
مذکر غائب مضارع تَدْبِیْرٌ مصدر (تفعیل) وہ انتظام کرتا ہے ● تُصْرَفُوْنَ: تم پھیرے جاتے ہو
تمہیں پھیر دیا جاتا ہے صَرْفٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ (لغات القرآن)

معروضات مزید * وہاں آزمائے گا ہر شخص جو اس نے آگے بھیجا تھا اور انہیں لوٹا دیا جائے گا اللہ تعالیٰ
کی طرف جو ان کا مالک حقیقی ہے اور گم ہو جائے گا ان سے جو وہ افترا باندھا کرتے تھے۔ (اش) ● فرمایا
کہ "آپ اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ بتلاؤ وہ کون ہے جو تم کو آسمان سے
اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا یہ بتلاؤ کہ وہ کون ہے جو تمہارے کانوں اور آنکھوں پر پورا
اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو جاندار چیز کو بے جان چیز سے نکالتا ہے اور بے جان چیز کو
جاندار چیز سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے ان سے یہ سوالات دریافت کیجیے
سو وہ ضرور جواب میں یہی کہیں گے کہ ان سب افعال کا فاعل "اللہ" ہے تو آپ ان سے فرمایئے کہ پھر تم
شرک سے کیوں نہیں پرہیز کرتے۔ (اک) ● اللہ تعالیٰ معبود حقیقی فی الحقیقت تمہارا پروردگار ہے۔ پھر
بتلاؤ کہ سچائی، حقیقت حال جان لینے سمجھ لینے کے باوجود اسے نہ ماننا گمراہی نہیں ہے تو پھر اور
کیا ہے تم حقیقت سے منہ پھیرے حق کو چھوڑے ہوئے اور باطل کی طرف رخ کئے ہوئے کدھر جا رہے ہو (ت)

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ قُلْ هَلْ
مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ
ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ○ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى
الْحَقِّ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ۭ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ
اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ○

آپ کے رب (تعالیٰ) کا فرمان، نافرمانوں پر یوں صادق ہو کر رہا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے ✲ (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم!) ان سے پوچھئے تمہارے معبودوں میں سے بھی آیا کوئی ایسا ہے کہ جو اول بار پیدا کرکے پھر بار دیگر پیدا کرتا ہو۔ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کو اول بار پیدا کرتا ہے پھر وہی ان کو لوٹائے گا، پھر تم کدھر بہکے جا رہے ہو ✲ (پھر) پوچھئے تمہارے معبودوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو حق کی رہنمائی کر سکے کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ ہی حق کی رہنمائی کیا کرتا ہے بھلا جو حق کی رہنمائی کرتا ہے اس کا کہا ماننا چاہیے یا اس کا جو اوروں کی رہنمائی کرنا تو کیا آپ ہی رہنمائی کا محتاج ہو پھر تمہیں کیا ہو گیا کیسا انصاف کر رہے ہو۔ (۱۰/۳۳تا۳۵ ✲ ت: ح)

۳۳۔ (تو پھر آپ ان کے ایمان نہ لانے پر اس قدر مغموم اور محزون کیوں ہوں!) جس طرح اللہ کی وحدت و ربوبیت حق ہے وضوحِ حق کے بعد ضلال کا، اور قیامِ دلائل کے بعد انکار کا حمق و عصیان ہونا بالکل ثابت و مسلم ہے اسی طرح "کلمۃ رب" یعنی تخویفِ عذاب نافرمانوں کے حق میں ثابت و حق ہے۔ "الذین فسقوا" یعنی وہ لوگ جو اپنی ضد اور ہٹ سے کفر پر قائم رہے ✲ ان سرکش نافرمانوں پر عذابِ الٰہی کا تحقق اس لئے ہو کر رہے گا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لا رہے ہیں (بحوالہ ماجدی)

۳۴۔ آپ پوچھئے کہ تمہارے مفروضہ شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو پہلی بار بھی مخلوق کو پیدا کرکے پھر دوبارہ بھی پیدا کرے، یعنی آغازِ آفرینش وہی کرتا ہے پھر اس کو معدوم کرکے دوبارہ وہی پیدا کرتا ہے ایسا اس کے سوا کون کر سکتا ہے آپ فرما دیں کہ اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے "گا" فنا کرنے کے بعد جیسا کہ پہلے تھا"۔ پھر حق سے باطل کی طرف "کہاں" پھرے جا رہے ہو یعنی اللہ کی عبادت سے دوسروں کی عبادت کی طرف کس طرح مڑتے ہو۔ دلیل کا تقاضہ تو وحدتِ معبودیت اور نفیِ شرک ہے۔ (بحوالہ مظہری)

۳۵۔ اور ان سے یہ بھی پوچھئے کہ تمہارے معبودوں میں کوئی ایسا ہے جو لوگوں کو حق کی راہ دکھائے کون کی ہدایت کے لئے نبی بھیجے کتاب آسمانی اتارے، بندوں کے کانوں تک نبی اور کتاب کے فرمان پہنچائے پھر اپنی تربیت کی توفیق دے۔ وہ اس کا جواب دے سکتے نہیں کیوں کہ وہ نبوت اور

کو آسمانی کتاب کا قائل نہیں تو آپ ہی انصاف سے جواب دیجیے کہ وہ ہادی حقیقی اللہ ہے اور ایک اللہ
تو اے بے وقوفو! سوچو کہ ایسا خالق، مالک، ہادی اس لائق ہے کہ اس کی اطاعت اس کے نبی کی
اتباع کی جائے یا وہ صنم جو دوسرے کے بغیر ہلائے بغیر جنبش دیے اپنی قدرت سے ہل بھی نہ سکیں
تم کو ہو کیا گیا تم اپنے متعلق کیسے فیصلہ کرتے ہو کچھ سوچو اور سوچ سمجھ کر صحیح رائے قائم کرو۔
(اشرف التفاسیر)
اللہ تعالیٰ نے عقل ہوش گوش اسی لئے دیے ہیں۔

لغوی اشارے ✱ حَقَّتْ : ثابت ہوئی، ٹھیک بیٹھی، مطابق ہوا۔ حَقٌّ سے ماضی کا صیغہ واحد
مؤنث غائب ● يَبْدَؤُا : واحد مذکر غائب مضارع بَدْءٌ مصدر (فتح) (مضارع بمعنی ماضی)
تخلیق اول اسی نے کی۔ ابتدائی تخلیق کرتا ہے یعنی عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ نیست سے ہست کرتا ہے ●
يُعِيْدُ : واحد مذکر غائب مضارع مثبت اِعَادَةٌ مصدر (افعال) وہ دوبارہ پیدا کرے گا۔
فرمائے گا ● تُؤْفَكُوْنَ : تم پلٹائے جاتے ہو، تم پھیرے جاتے ہو۔ اَفْكٌ سے، افک کے معنی
کسی شے کو اپنے اصل رخ سے پھیر دینے کے ہیں۔ مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یہاں اعتقاد
میں حق سے باطل کی طرف اور قول میں راستی سے دروغ بیانی کی طرف اور عمل میں نیکو کاری سے
بدکاری کی طرف پھیرا جانا مراد ہے ● حَقٌّ : حق۔ حق کے اصل معنی مطابقت اور موافقت کے ہیں اور
اس کا استعمال چار طرح پر ہوتا ہے (۱) اس ذات کے لئے جو اپنی حکمت کے اقتضا کی بنا پر کسی شے
سورۂ یونس (۱۰/۳۰) کی ایجاد فرمائے، اللہ تعالیٰ کو اسی لئے حق کہا جاتا ہے[۱] (۲) وہ چیز جو حکمت کے مقتضیٰ کے مطابق
سورۂ یونس (۱۰/۵) ایجاد کی گئی ہو، اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل حق ہے[۲] (۳) کسی شے کے متعلق وہ
✱ البقرۃ (۲/۲۱۳) اعتقاد رکھنا جو نفس الامر کے مطابق ہو، چنانچہ ہم کہتے ہیں فلاں کا اعتقاد حق ہے ✱ (۴) وہ قول
یا فعل جو اسی طرح واقع ہو جس طرح پر اس کا ہونا ضروری ہے اور اسی مقدار اور اسی وقت میں ہو
کہ جس مقدار اور جس وقت میں اس کا ہونا واجب ہے۔ چنانچہ قول حق اور فعل حق اسی اعتبار
✱✱ یونس (۱۰/۳۲) سے کہا جاتا ہے ✱✱ یہ بمعنی واضح، سچا، حق کا استعمال واجب، لازم اور جائز کے معنی میں بھی ہوتا ہے (لغات القرآن)

مفہومات مزید ✱ ماضی میں جن نادانوں، بدنصیبوں نے حق کے بجائے باطل کا دم بھرا تھا، اطاعت کے بجائے سرکشی
نافرمانی کا چلن اپنایا تھا تو ان سے قبول حق و ہدایت کی صلاحیت چھین لی گئی تھی کیونکہ یہی نافرمانی کے باعث تھا، آج کل
بھی وہی حال ہے۔ قول حق ثابت ہو چکا ان پر جو مبتلائے فسق و فجور ہیں کہ وہ اپنی کوتاہ اندیشوں کے سبب ایمان نہیں لائیں گے

● اللہ تعالیٰ ہی خالق کائنات تمام مخلوقات ہے وہی مخلوقات کو پہلی بار پیدا کرتا ہے اور اسی کی قدرت کاملہ ہے کہ وہی ہر جاندار کو موت دینے کے بعد
پھر دوبارہ زندہ فرماتا ہے دنیا میں جیسا کہ پہلے پیدا کیا تھا تو پھر اسی کی عبادت چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کیسے کی؟ کہاں پھرے جاتے ہو

● اللہ تعالیٰ کے سوا نہ تو کوئی معبود ہے اور نہ کوئی ہدایت دینے والا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے نبی ﷺ کی اتباع کرو یہی
صاف سیدھا سچا اور پسندیدہ راستہ ہے۔ اسی پر چل کر تم اپنا مقصود پا سکتے ہو۔ دارین کی سعادت اطاعت حق اور ... میں ہے

وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۚ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝ وَمَا كَانَ هَٰذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَىٰ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

اور نہیں پیروی کرتے ان میں سے اکثر مگر محض وہم و گمان کی۔ بلاشبہ وہم و گمان بے نیاز نہیں کر سکتا حق سے ذرہ بھر۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں ٭ اور نہیں ہے یہ قرآن کہ گھڑ لیا گیا ہو اللہ تعالیٰ (کی وحی آئے بغیر) بلکہ یہ تو تصدیق کرنے والا ہے اس وحی کی جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہے اور الکتاب کی تفصیل ہے ذرہ شک نہیں اس میں کہ یہ رب العٰلمین کی طرف سے (اتری) ہے ٭ کیا یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اسے بنا لیا ہے تم فرماؤ کہ اس جیسی کوئی ایک سورۃ لے آؤ اور اللہ کو چھوڑ کر جو مل سکیں سب کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو (۱۰/۳۶ تا ۳۸ ٭ ت: ض،ک)

۳۶۔ "اور ان میں اکثر تو نہیں چلتے مگر گمان پر" جس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں نہ اس کی صحت کا جزم و یقین۔ شک ہی میں پڑے ہوئے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ پہلے لوگ بھی بت پرستی کرتے تھے انھوں نے کچھ تو سمجھا ہوگا۔ "بے شک گمان حق کا کچھ کام نہیں دیتا۔ بے شک اللہ ان کے کاموں کو جانتا ہے" (کنز الایمان)

۳۷۔ اور یہ قرآن (جیسی کتاب جو کلام اللہ) ایسا نہیں کہ اللہ کی طرف سے نازل ہوئے بغیر از خود اس کو بنا لیا جائے اور اللہ کی طرف اس کی نسبت کر دی جائے بلکہ یہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں۔ "الذی بین یدیہ" سے مراد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے یا گزشتہ کتب الٰہیہ (تو... میں بیان کیا ہے) یا قیامت یا بعثت نبوی جس کی خبر سابق کتابوں میں دے دی گئی تھی۔ "اور احکام ضروریہ (الٰہیہ) کی تفصیل بیان کرنے والا ہے اس میں کوئی بات شک (و شبہ) کی نہیں یہ رب العٰلمین کی طرف سے ہے۔ تفصیل الکتاب (احکام ضروریہ کی تفصیل) یعنی لوح محفوظ میں اللہ کے احکام، فرائض اور حلال و حرام کی تشریح ہے۔ اس کا بیان یہ قرآن ہے "لا ریب فیہ" یعنی اس میں کوئی بات شک کے قابل نہیں کیونکہ گزشتہ آسمانی کتابوں کے بالکل موافق ہے۔ سابق آیت میں دماغی تخمینوں کے اتباع کی ممانعت کی گئی ہے اس آیت میں واجب الاتباع کتاب کا ذکر ہے اور تنبیہ ہے کہ اس قرآن کا اتباع کیا جائے اس کا اتباع لازم ہے (مظہری)

۳۸۔ کفار عرب کہتے تھے کہ قرآن مجید کتاب ربانی نہیں بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنائی ہے اور رب کی طرف نسبت فرما دی کہ یہ قرآن رب کی کتاب ہے۔ اے محبوب! آپ انہیں جواب دو کہ انسانی مصنوع کی پہچان یہ ہے کہ اس کی مثل انسان بنا سکے۔ اس قاعدہ سے تم اکیلے نہیں بلکہ تمام جہان کے کفار زبان دانوں کو اپنی مدد کے لئے بلا لو اور سب مل کر قرآن مجید کی مثل فصیح و بلیغ علوم غیبیہ پر مشتمل ایک چھوٹی سی سورۃ بنا لاؤ اگر تم اپنے خیال میں سچے ہو (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارات ★ ظَنّ: گمان، خیال، اٹکل، تخمینی بات، علم، یقین، شک، وہ اعتقاد راجح کہ جس میں اس کے خلاف ظہور پذیر ہونے کا بھی احتمال ہو۔ یہ ظَنَّ یَظُنُّ (نصر) سے کبھی مصدر ہو کر مستعمل ہوتا ہے اور کبھی اسم ہو کر اور جب بمعنی اسم ہو تو اس کی جمع ظُنُون آتی ہے۔ علامہ قاضی ابو بکر ابن العربی اندلسی مالکی فرماتے ہیں "ہمارے علماء نے کہا ہے کہ ظن کی حقیقت دل میں دو باتوں کا ٹھہرانا ہے بایں طور کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح ہو، اور شک کا مطلب ان دونوں کو برابر رکھنا ہے اور علم کہتے ہیں ان دونوں میں سے ایک کو قرار دو دوسری کا متعین کر دینے کو۔ (احکام القرآن ابن العربی)
لیکن ظن کی منطقی تعریف ہے جس کو اصولیوں نے اختیار کر لیا ہے۔ قرآن کریم میں ہر جگہ اس کا استعمال اس معنی میں نہیں فرمایا گیا ہے چنانچہ امام جلال الدین سیوطی "الاتقان" میں رقمطراز ہیں "ظن کے معنی اصل میں اعتقاد راجح کے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے "اگر وہ دونوں گمان غالب رکھتے ہیں کہ خداوندی ضابطوں کو قائم رکھیں گے" (۲۳۰/۲) اور کبھی یقین کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے ارشاد ہوتا ہے۔ "جن کو یقین ہے کہ ان کو ملنا ہے اپنے رب سے" (۴۶/۲)۔ ابن ابی حاتم وغیرہ نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ قرآن مجید میں ہر جگہ ظن کا استعمال یقین ہی کے معنی میں ہے لیکن اس کلیہ کا ثبوت ان آیات میں کہ جہاں یہ بمعنی یقین مستعمل نہیں ہوتا ہے تسلیم کرنا مشکل ہے جیسے کہ پہلی ہی آیت ہے۔ اور زرکشی نے برہان میں کہا ہے کہ قرآن مجید میں اس فرق کو سمجھنے کے لئے کہ کہاں ظن کا استعمال یقین کے معنی میں ہے اور کہاں شک کے معنی میں دو ضابطے ہیں۔ (۱) جہاں ظن کی تعریف آئی ہے اور اس پر ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہاں یقین مراد ہے اور جہاں اس کی مذمت واقع ہے اور اس پر عقاب کی دھمکی دی گئی ہے وہاں شک کے معنی ہیں۔

● تَفْصِیْل: بیان، تشریح، کھولنا، ظاہر کرنا، علیحدہ علیحدہ کرنا۔ بروزن تفعیل مصدر ہے۔ (لغات القرآن)

معارفِ مزید ★ مشرکین دولت یقین سے محروم اور گمان و اوہام کے مارے ہوئے ہیں۔ اپنے طور طریق کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے مشرکین کو اپنے کیے کا خمیازہ بہرحال بھگتنا ہو گا۔

● اللہ رب العالمین نے قرآن مجید نازل فرمایا ہے جو تصدیق فرماتا ہے ان کتب کی جو اس سے قبل نازل ہوئیں اور احکام ضروریہ الٰہیہ کی تفصیل بھی وضع فرماتا ہے۔

● اللہ تعالیٰ نے جس کو بنایا ہے اس کی مثل ساری دنیا مل کر بھی نہیں بنا سکتی۔ قادر مطلق پروردگار عالم کی قدرت کے مقابل تمام مخلوقات ساری کائنات بے بس ہے۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ
وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ
فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

اصل یہ ہے کہ یہ لوگ ایسی چیز جھٹلانے لگے جسے اپنے علم سے نہ گھیر پائے اور ابھی ان کے پاس حقیقت امر نہیں پہنچی اسی طرح ان لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے قبل ہو چکے ہیں سو دیکھ لیجیے کیا (برا) ظالموں کا انجام ہوا * اور ان میں وہ لوگ ہیں جو اس (کتاب) پر ایمان لے آئیں گے اور ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو اس (کتاب) پر ایمان نہ لائیں گے اور آپ کا رب مفسدوں سے خوب واقف ہے * اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے رہیں تو کہہ دیجیے کہ میرا کیا میرے لئے اور تمہارا کیا تمہارے لئے۔ تم اس سے بری الذمہ ہو کہ جس پر میں عمل کر رہا ہوں اور میں اس سے بری الذمہ ہوں کہ جس پر تم عمل کر رہے ہو۔ (۱۰/۳۹ تا ۴۱ * ت: م)

۳۔ ان (منکرین) کا کلام اور قرآن کی حقانیت سے انکار کسی غور و تحقیق پر مبنی نہیں بلکہ قرآن کی حقیقت کو جانے بغیر اور بلا غور و فکر کے فقط سنتے ہی انہوں نے قرآن کو اللہ کا کلام ماننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے ابھی سوچا ہی نہیں کہ یہ کلام ان کی طاقت سے باہر ہے۔ قرآن نے جو غیب کی خبریں بتائی ہیں مبداء اور معاد سے آگاہی اور ثواب و عذاب کی اطلاع دی ہے ابھی تک اس کے ظہور کا وقت ہی نہیں آیا ہے۔ ان پر لازم تھا کہ کتب سابقہ کے عالموں سے پوچھتے کہ یہ باتیں جو قرآن بیان کر رہا ہے ان کی کتابوں میں لکھی ہیں یا نہیں اس تحقیق سے یقیناً قرآن کی سچائی ان پر واضح ہو جاتی۔ قرآن کی عبارت اور تعلیم و معانی کا معجزہ ہونا ان لوگوں پر ظاہر ہو سکتا ہے جو غور کریں، سوچیں اور قرآنی علوم کی تحقیق کریں۔ انہوں نے نہ الفاظ قرآن پر غور کیا نہ معانی کی تفتیش کی اور لگے فوراً انکار کرنے۔ ان لوگوں نے قرآن کی جس طرح تکذیب کی اسی طرح ان سے پہلے کے کافروں نے اپنی اپنی الہامی کتابوں اور خدائی فرستادوں کی تکذیب کی تھی۔ لیکن دیکھو ان ظالموں کا کیا انجام ہوا۔ یہ تنبیہ ہے قرآن کے منکروں کو کہ اگر یہ باز نہ آئے تو ان کا بھی وہی نتیجہ ہوگا جو گزشتہ منکرین کا ہوا۔ (تفسیر مظہری)

۴۔ اور تکذیب کرنے والوں میں بعض وہ ہیں جو قرآن پر ایمان لاتے ہیں لیکن عمداً عناد اور سرکشی کرتے ہیں۔ اور ان میں بعض وہ ہیں جو ایمان نہیں لاتے یعنی غباوت اور قلت تدبر کی وجہ سے سرے سے قرآن مجید کی صداقت و حقانیت کو مانتے ہی نہیں۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں بعض وہ ہیں کہ وہ عنقریب ایمان لائیں گے اور کفر سے توبہ کر لیں گے اس لئے کہ ان میں ایمان قبول کرنے کی استعداد موجود ہے اور بعض

وہ ہیں جن کی موت کفر پر آئے گی یعنی مرتے دم تک قرآن مجید کو نہیں مانیں گے اس لئے کہ ان میں ایمان قبول کرنے کی استعداد نہیں اور تمہارا رب مفسدوں کو خوب جانتا ہے اور اسے معلوم ہے کہ ان میں سرکشی اور کفر پر ڈٹے رہنے والے کون ہیں انہیں "مفسدین" سے اس لئے موصوف کیا گیا کہ انہوں نے اپنی فطرت سلیمہ کی استعداد کو اعمال فاسدہ سے ضایع کر دیا۔ (روح البیان)

اہم۔ ان دونوں فریق میں سے جو صدق دل سے انکاری ہیں یا جو کفر پر اڑے ہوئے ہیں ان سے فرما دو کہ تم مجھ سے کٹ گئے لہٰذا میرے لئے میرے عمل کی جزا ہے تمہیں مجھ سے یا اور میرے عمل سے فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اور تم کو تمہارے اعمال کی سزا ملے گی۔ نہ میری شفاعت سے وہ بخشے جائیں نہ مجھ سے ان سے متعلق بازپرس ہو۔ کیونکہ میں نے تم کو پوری تبلیغ کر دی تم میرے اعمال سے بری ہو میں تمہارے اعمال سے بری اور بیزار ہوں۔ (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے ✱ كَذَّبُوْا : جمع مذکر غائب ماضی معروف تَكْذِيْبٌ مصدر۔ انہوں نے جھٹلایا۔ جھوٹا سمجھا۔ نہ مانا ● يُحِيْطُوْا : جمع مذکر غائب مضارع منفی بمعنی ماضی إِحَاطَةٌ مصدر (افعال) انہوں نے نہیں گھیر لیا۔ نہیں احاطہ کیا ● تَأْوِيْلُهٗ : اس کی حقیقت، اس کا ٹھیک ٹھیک ہونا، اس کی تعبیر تاویل مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ● عَاقِبَةُ : عاقبت، انجام، آخر یہ اصل میں عقب تعقب کا مصدر ہے جس کے معنی پیچھے سے آنے کے ہیں لیکن اس کا استعمال ہر شے کے آخر اور انجام کے لئے ہوتا ہے وغیرہ ● بَرِيْٓءٌ : بیزار، بے تعلق، بے گناہ بروزن فَعِيْلٌ بَرَاءَةٌ سے بمعنی اسم فاعل ہے ✱ بَرِيْٓـُٔوْنَ۔ بیزار۔ بے تعلق۔ بَرِيْٓءٌ کی جمع۔ (لغات القرآن)

معلومات مزید ✱ اگر لوگ جس چیز یا حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتے وہ اپنے جہل کی وجہ سے اس کا انکار کر بیٹھتے ہیں اسی طرح مشرکین نے بھی کلام الٰہی قرآن پاک کو سمجھے اور جانے بغیر ہی تکذیب کر دی۔ ان کا یہ انکار کسی غور و خوض یا فکر و تدبر کے سبب نہیں بلکہ محض جہل و کم فہمی کی بنا پر اور بربادی بدبختی کی انتہا تھی۔ انہیں چاہیئے تھا کہ کلام حق کے علوم و معارف کو سمجھنے، عظمت و جلالت قرآن حکیم کو جاننے کی سعی کرتے غور و تدبر سے کام لیتے تو جان لیتے کہ اس کلام پاک کو دل سے ماننا چاہیئے انکار نہیں کرنا چاہیئے۔

● کچھ تو ان میں سے ایسے ہیں جو اس کو اور کچھ ان میں ایسے ہیں جو اس کو نہیں ماننے والے ہیں ان میں قبول حق کی صلاحیت و مادہ ہے جب کہ جو شقی ازلی ہیں وہ تمام دلائل و براہین کو دیکھتے ہوئے بھی اپنے انکار پر جمے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے یعنی مفسدوں کے احوال سے خوب واقف ہے

● محبوب کبریا حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرائض دعوت حق و تبلیغ پورے فرما دیئے اس لئے حق تعالیٰ نے اپنے محبوب سے فرمایا کہ اے حبیب! انہیں بتا دیجئے کہ میرا عمل میرے لئے ہے تم اس سے بری الذمہ ہو جو میں کرتا ہوں اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے میں بری الذمہ ہوں اس سے جو تم کرتے ہو۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ۝
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ۝
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

اور کچھ لوگ ان میں سے آپ کی طرف کان بھی لگایا کرتے ہیں۔ پھر کیا آپ بہروں کو بھی سنا سکتے ہیں اگرچہ وہ عقل بھی نہ رکھتے ہوں * اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ آپ کو تاکا کرتے ہیں۔ پھر کیا آپ ایسے اندھوں کو بھی راہ دکھا سکتے ہیں جو دیکھ بھی نہ سکتے ہوں * بے شک اللہ تعالیٰ تو کسی شخص پر کچھ ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ اپنی جانوں پر آپ ہی ظلم کر رہے ہیں۔ (۱۰/۴۲تا۴۴ * ت ج)

۴۲۔ اور ان میں سے کچھ لوگ آپ کی طرف (بظاہر) کان لگاتے ہیں جب آپ قرآن پڑھتے ہیں اور حکمت و شریعت کی باتیں کرتے ہیں تو بظاہر کان لگا کر سنتے ہیں لیکن دل لگا کر کانوں سے نہیں سنتے اور اس سے توجہ نہیں کرتے۔ حکمت و شریعت کی حقیقت کو اپنی استعداد کی خرابی کی وجہ سے نہیں سمجھتے تو یا وہ ایسے بہت بہرے ہیں جو کان لگاتے ہیں اور شنوائی کی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے سن نہیں پاتے تو کیا آپ بہروں کو سنا دیں گے جب کہ وہ بے سمجھ بھی ہوں۔ اگر بہرے کے پاس سمجھ ہو تو قرائن کی وجہ سے وہ کچھ سمجھ بھی لیتا ہے اور بے سمجھ بہرا ہو تو وہ کچھ نہیں سمجھ سکتا پس جس طرح بے عقل بہرے کو آپ سنا نہیں سکتے ایسے ہی ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو گوشِ دل سے سننے اور غور و فکر سے سمجھنے کی صلاحیت کھو چکے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

۴۳۔ اور ان میں سے بعض ایسے ظاہری آنکھوں سے آپ کو دیکھتے ہیں اور آپ کی نبوت کے واضح دلائل کا معائنہ بھی کرتے ہیں لیکن چونکہ وہ بصیرت کے اندھے ہیں اس لئے زیادہ کچھ دیکھتے ہی نہیں۔ "العمی" "اعمٰی" کی جمع ہے۔ یعنی کیا آپ اندھوں کی رہبری کر سکتے ہیں یعنی باوجودیکہ آپ راہِ حق کی باتیں بتاتے ہیں لیکن وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے یعنی وہ نہ صرف بصارت کے اندھے ہیں بلکہ بصیرت سے بھی محروم ہیں * شے کو دیکھنے سے عبرت کا حصول مقصود ہوتا ہے اور وہ بصیرت سے ہوتا ہے۔ جب وہ بصیرت کھو بیٹھے تو گویا ان سے بصارت ضائع ہو گئی یہی وجہ ہے بصیرت رکھنے والا نابینا بہت سے امور سے واقف ہوتا ہے بخلاف بصیرت کے اندھے کے وہ مقصودِ اصلی سے محروم رہتا ہے۔ کفار ہی چونکہ بصیرت نہیں تھی اس کے ساتھ حق باتوں کے نہ دیکھنے سے اندھے رہ کر ہدایت کی راہ سے محروم ہو گئے * اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو کانوں سے، اندھا اور بہرے سے اس لئے تشبیہ دی ہے کہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض و عداوت ہے نہ آپ کے کلام کے محاسن کو سن سکے نہ آپ کی نبوت کے دلائل دیکھ سکے جیسے اندھا اور بہرہ نہ کسی کلام کے محاسن سن سکتا ہے نہ کسی کی اچھی صورت کے خد و خال اور اس کے حسن و جمال کو دیکھ سکتا ہے کفار کا یہی حال تھا * سمع کی نفی یا عدم تعقل اور بصر کی نفی

(تفسیر روح البیان)

میں عدم ادراک لانے میں اشارہ ہے کہ باطنی امور کو ظاہری امور پر فضیلت ہے
ہوں۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا کان رکھتے ہوئے بہرے ہیں، دل ہے تو مردہ۔ ایک نہ ماننے کا فائدہ پایا
دوسرے نہ نقصان۔ باری تعالیٰ کی ذات پاک مختار و متصرف ہے وہ سب سے باز پرس کرے گا لیکن
اس سے باز پرس کون کر سکتا ہے۔ وہ تو ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں ✱ ایک
دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو (سب کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتے ہیں) ہر قسم کے عمل کی پوری پوری جزا دے گا
جس کو اچھی جزا ملی وہ خدا کا شکر کرے اور جس کو سزا ملی اس کو چاہئے کہ اپنی ہی ذات کو ملامت کرے (کلام ابن کثیر)

لغوی اشارے ✱ تُسْمِعُ: تو سناتا ہے، تو سنائے گا۔ اِسْمَاعٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر
حاضر ● صُمٌّ: بہرے۔ اَصَمُّ کی جمع ہے ● عُمْیٌ: اندھے، کور دل۔ اَعْمٰی کی جمع۔ اعمٰی کا استعمال
آنکھوں کے اندھے اور دل کے اندھے دونوں کے لئے ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں جا بجا دل کے اندھوں کی مذمت
ہے اس سے کور دل مراد ہیں ● یَظْلِمُ: واحد مذکر غائب مضارع منفی ظُلْمٌ سے وہ ظلم نہیں کرتا،
حق تلفی نہیں کرتا۔ مجزوم مثبت ظلم کرے گا۔ یَظْلِمُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع ظلم سے وہ ظلم
کرتے تھے وہ ظلم کرتے تھے وہ ظلم کرتے ہیں وہ بیجا حرکت کرتے ہیں وہ ناانصافی کرتے تھے وہ ناانصافی کرتے ہیں (ل ق)

معلومات مزید ✱ انکار و تکذیب کرنے والے ازلی شقی لوگوں میں چند ایسے بھی ہیں جو کلام حق تعالیٰ سننے
کے وقت ظاہری طور پر آپ کی طرف اپنے کان لگاتے ہیں اور یہ جتاتے ہیں کہ وہ دوسروں کی مانند سن رہے ہیں لیکن
درحقیقت وہ دل کے کانوں سے نہیں سنتے کیوں کہ ان کو دنیا، دنیوی اسباب، دنیوی عیش و آرام اور
اپنی خواہشات ہی عزیز ہیں ان میں غور و فکر کا مادہ نہیں قبولیت حق و صداقت کی استعداد سے محروم ہیں تو وہ کلام حق ازل ہی سے سننے سے بہرے ہیں
یہ ان کی عقل و فہم کی کمی کا بھی نتیجہ ہے یہ وہ بدنصیب ہیں جنہیں دائماً کفر کی ظلمت و نحوست کا شکار رہنا ہے
یہ دل کے بہرے ہیں تو کیا آپ ایسے بہروں کو آپ سنا سکتے ہیں ان میں دل کے کانوں سے سننے اور حق کو سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں

● ان لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھ رہے ہیں آپ کے اعجاز پر بھی ان کی
نظریں ہیں آپ کی نبوت عظمیٰ و آخری یعنی آپ کی رسالت عامہ اور خاتم الانبیاء ہونے کے کھلے ثبوت اور
براہین بھی ان کی نگاہوں کے سامنے ہیں اس کے باوجود ان کا انکار واضح کرتا ہے کہ وہ بصیرت سے محروم ہیں
اسی وجہ سے یہ سب دیکھ کر بھی اندھے ہیں ان کے دل حق طلبی سے خالی ہیں ان کے قلوب میں آپ کی عظمت و
محبت قائم نہیں ہوئی تو ایسے محروم بصارت و بصیرت کو آپ ہدایت اور ان کی رہبری کر سکتے ہیں۔

● اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ بلکہ وہ تو ہر ایک کو اپنے فضل و کرم سے
ہر نعمت سے نوازتا ہے اب انسانوں کا کام ہے کہ اس کی عطا کردہ صلاحیتوں سے کام لیں نہ کہ انہیں ضائع کر دیں جو
لوگ حق کو دیکھنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو محض اپنی نفسانی خواہشات کے زیر اثر گنوا دیتے ہیں بلاشبہ وہ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ۚ قَدْ
خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝ وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي
نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ
۝ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَآءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُونَ ۝

اور جس دن انہیں اٹھائے گا گویا دنیا میں نہ رہے تھے مگر اس دن کی ایک گھڑی آپس میں
پہچان کریں گے کہ پورے گھاٹے میں رہے وہ جنہوں نے اللہ سے ملنے کو جھٹلایا اور ہدایت
پر نہ تھے * اور اگر ہم تمہیں دکھادیں کچھ اس میں سے جو انہیں وعدہ دے رہے ہیں یا تمہیں
پہلے ہی اپنے پاس بلالیں ہر حال انہیں ہماری طرف پلٹ کر آنا ہے پھر اللہ گواہ ہے ان
کے کاموں پر * اور ہر امت میں ایک رسول ہوا جب ان کا رسول ان کے پاس آتا ان پر
انصاف کا فیصلہ کردیا جاتا اور ان پر ظلم نہیں ہوتا * (۱۰/۴۵ تا ۴۷ ت ک)

۴۵ ۔ اور جس روز ہم ان کو جمع کریں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ (دنیا میں یا قبروں میں) ان کا قیام گویا گھڑی
بھر رہا تھا منظر کی ہولناکی کی وجہ سے وہ دنیوی زندگی یا قیام قبر کی مدت کو گھڑی بھر سمجھیں گے ۔ باہم
ایک دوسرے کو پہچان لیں گے جیسے دنیا میں ان کا باہمی تعارف تھا گویا تھوڑی دیر کو جدا ہوئے تھے پھر جمع
ہوگئے (اور کوئی کسی کو نہ بھولا) بغوی نے لکھا ہے ۔ یہ باہم شناخت قبروں سے اٹھنے کے وقت ہوگی پھر
قیامت کی ہولناکی کی وجہ سے باہم تعارف جاتا رہے گا بعض آثار میں آیا ہے کہ آدمی اپنے برابر والے
کو پہچان تو لے گا مگر ہیبت اور خوف کی وجہ سے اس سے بات نہیں کرے گا ۔ (منکرین حشر باہم
تعارف کے دوران کہیں گے کہ آج) گھاٹے میں پڑ گئے جنہوں نے قیامت کا (اللہ کے سامنے جانے کا)
انکار کیا تھا یا یہ اللہ کی طرف سے شہادت ہے (کافروں کا قول نہ ہوگا) ایمان چھوڑ کر کفر کو اختیار
کرنا اور جنت کی جگہ جہنم نصیب ہونا بڑا گھاٹا ہے ۔ اور نہ تھے وہ ہدایت پانے والے کہ حصول
معرفت و سعادت کے جو آلات ان کو دیئے گئے تھے ان کو صحیح طور پر استعمال کرتے ۔ (تفسیر مظہری)

۴۶ ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کفار کو خاص عذاب کی خبر ہم نے آپ کے ذریعہ پہنچوا دی ہے اگر ہم ان
میں سے بعض عذاب آپ کو دکھا دیں کہ آپ کی زندگی شریف میں عذاب ان پر آجائے تو ہم یہ بھی
کرسکتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بدر، حنین، خیبر و فتح مکہ اور طائف وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو
کفار پر عذاب دکھا دیئے یا ہم آپ کو اپنے پاس بلالیں اور آپ کو اپنے پاس بلالینے کے بعد کفار
پر بعض عذاب آویں اور آپ عالم برزخ سے ان کا مشاہدہ کریں تو ہم اس پر بھی قادر ہیں ۔

خارج ہو زمانہ صحابہ میں ہی بلکہ بعد میں قیامت تک رب تعالیٰ کفار کو عذاب دیتا رہے گا۔ ان سب کو آخر کار اللہ کی طرف لوٹنا ہے پھر خیال کیا جائے کہ ان کے ہر عمل پر اللہ تعالیٰ کی نظر ہے اور حاکم ہے۔ (بحوالہ تفسیر [illegible])

گزشتہ امتوں میں ہر ایک امت کے لیے رسول کی بعثت ہوئی جس نے انہیں شریعت کے وہی احکام بتائے جو ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوئے تاکہ احکام کے ذریعے انہیں یعنی لوگوں کو وصال حق کی دعوت دی جا سکے لہٰذا جب ان کے پاس رسول معجزات لے کر تشریف لائے تو وہ لوگ اپنے رسول کی تکذیب کرتے تو ان کے مابین یعنی رسول اور ان کی امت کے مابین فیصلہ ہوجاتا بالانصاف کے ساتھ یعنی رسول اور ان پر ایمان لانے والوں کے لیے نجات اور تکذیب کرنے والوں کے لیے عذاب یعنی تباہی و بربادی اور ان پر اس فیصلے سے ظلم نہ تھا بلکہ عین عدل تھا اس لیے کہ اپنے برے اعمال کی وجہ سے وہ اسی عذاب کے مستحق تھے (بحوالہ [illegible])

لغوی اشارے ✶ یَلْبَثُوا : جمع مذکر غائب مضارع مجزوم منفی لَبْثٌ مصدر (سمع) وہ نہیں ٹھہرے۔ نہیں رہے ● سَاعَةً : گھڑی، وقت، رات یا دن کا کوئی سا وقت ہو ساعت کہلاتا ہے۔ اہل عرب اس کا استعمال وقت کے معنی میں کرتے ہیں چاہے ذرا دیر ہی کے لیے ہو قرآن مجید میں "السَّاعَةُ" کا لفظ جہاں کہیں بھی استعمال ہوا ہے اس سے قیامت مراد ہے۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں "زمانہ کے حصوں میں سے کوئی سا بھی حصہ ہو ساعت ہے اور قیامت کو بھی اس سے مراد لیا جاتا ہے" ● النَّهَارِ : اسم جنس مجرور معرفہ۔ دن۔ بعض اہل لغت نہار کی جمع اَنْہُر اور نُہُر کہتے ہیں شاید اس محقق کی نظر میں نہار اسم مفرد ہے ● يَتَعَارَفُونَ : جمع مذکر غائب مضارع تَعَارُفٌ مصدر (تفاعل) باہم ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ (لغات القرآن)

معلومات مزید ✶ داور محشر، مالک یوم الدین، قادر مطلق اللہ جل جلالہ جب حشر کے دن لوگوں کو جمع فرمائے گا تو قبروں سے اٹھنے والوں کو یوں معلوم ہوگا کہ ان کا دنیا میں یا قبر میں بس گھڑی بھر ہی رہنا ہوا ان کی نظروں کے سامنے جو ہیبت ناک مناظر ہوں گے انہیں دیکھ کر وہ سمجھیں گے کہ دنیا یا قبر میں قیام کچھ زمانہ گزرا ہے وہ گھڑی بھر سے زیادہ نہ تھا وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر پہچان لیں گے گویا تھوڑی مدت کے لیے الگ ہوئے تھے لیکن بعد میں یہ تعارف ختم ہوجائے گا۔ حضور کی تکذیب کا جلن اپنایا تھا وہ نقصان پا رہے ہوں گے کیونکہ انہیں عذاب و جہنم دوزخ کی سزا ملے گی کیونکہ وہ منکر تھے اور ہدایت کی راہ پر نہ تھے۔

● کفار و مشرکین پر عذاب نازل ہونے کی جو بھی خبر دی گئی تھی اس کا بدر و حنین، خیبر و فتح عظیم کے مواقع پر حضور اکرم اور مہاجرین و انصار کو دکھا دیا اور پھر حضور اکرم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی کافروں پر قہر و غضب اور عذاب کا سلسلہ زمانہ صحابہ کرام اور بعد جاری رہا جیسے عالم نے رحمت سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مشاہدہ کروانا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہے۔ سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے اللہ تعالیٰ شاہد ہے ان تمام کاموں کا جو وہ کرتے ہیں۔

● ہر قوم و ملت کی ہدایت کا سامان اس طرح فرمایا گیا کہ ان میں ہر ایک کے پاس پیغمبر برحق بھیجے گئے ۔ ہر علاقے میں جب رسول مبعوث ہوا تو فیصلہ عدل کے تحت ہوتا ان کے موافق ہوجاتا یعنی اہل ایمان کے لیے انعامات اخروی اور منکرین کے لیے دنیا و آخرت میں رسوائی، بربادی وغیرہ ۔ یہ اصول جزاء و سزا کے عین مطابق ہے کسی پر ظلم و زیادتی نہیں ہر ایک کو اپنے اعمال کے نتائج دیکھنا ہے ۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا
إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا
يَسْتَقْدِمُونَ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَّاذَا
يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ۝

اور وہ کہتے ہیں کب پورا ہوگا یہ (عذاب کا) وعدہ اگر تم سچے ہو * آپ کہیے میں مالک نہیں ہوں اپنے آپ کے لئے ضرر کا اور نہ نفع کا مگر جتنا چاہے اللہ تعالیٰ ہر قوم کے لئے میعاد مقرر ہے جب آ جائے گی ان کی مقررہ میعاد تو نہ وہ پیچھے رہ سکیں گے ایک لمحہ اور نہ آگے بڑھ سکیں گے * آپ فرمائیے (اے منکرو!) ذرا غور تو کرو اگر آ جائے تم پر اس کا عذاب راتوں رات یا دن دہاڑے (تو تم کیا کر لوگے) کس چیز کا جلدی مطالبہ کر رہے ہیں اس سے مجرم * (ت: ص: ۱۰/۴۸ تا ۵۰)

۴۸ - "یقولون" کا فاعل کفار مکہ ہیں اور ان کا یہ قول دل لگی اور مذاق کے طور پر ہے اور "هٰذَا الْوَعْدُ" سے مراد وہ دنیوی عذاب ہیں جن کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ کفر کا زور ٹوٹ جانا، اسلام کا غلبہ، تھوڑے مسلمانوں کے ہاتھوں بہت کفار کا ہلاک ہونا وغیرہ یا قیامت مراد ہے بہرحال وعدہ سے مراد وعید ہے اس میں کفار کا روئے سخن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے مسلمانوں سے ہے۔ تفسیر خازن نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ "یقولون" کا فاعل ہر نبی کے زمانے کے کفار ہوں جن میں مکہ والے کافر بھی داخل ہوں اور روئے سخن سارے نبیوں سے ہو اور "هٰذَا الْوَعْدُ" سے مراد یا وہ عذاب دنیوی ہوں جن کی خبریں ان حضرات انبیاء کرام نے اپنی قوموں کو دی تھیں یا عذاب قیامت یعنی کفار نہ آپ سے اور سارے مومنین سے کہتے ہیں یا ہمیشہ سے سارے کافر اپنے نبیوں سے کہتے رہے ہیں لہٰذا اے حبیب آپ اس قسم کے سوالات سے مغموم نہ ہوں۔ "اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ" ان کی اس گفتگو میں روئے سخن یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور "كُنْتُمْ" اور "صٰدِقِيْنَ" کا لانا یا ادب و احترام کے لئے ہے یا مذاق کے لئے یا خطاب حضور انور کے ساتھ سارے مسلمانوں سے ہے کیونکہ مسلمان ان کفار کو عذاب اور قیامت کی خبریں دیا کرتے تھے اور آیات عذاب پڑھا کرتے تھے اور ممکن ہے کہ سارے نبیوں سے خطاب ہو اگر "يَقُوْلُوْنَ" کا فاعل سارے گزشتہ اور موجودہ کفار ہوں۔ (خازن بحوالہ اشرف التفاسیر)

۴۹ - تم فرماؤ میں اپنی جان کے برے بھلے کا (ذاتی) اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے" یعنی دشمنوں پر عذاب نازل کرنا اور دوستوں کی مدد کرنا اور انہیں غلبہ دینا یہ سب مشیت الٰہی سے ہے اور مشیت الٰہی یہ ہے "ہر گروہ کا ایک وعدہ ہے" اس کی ہلاکت و عذاب کا ایک وقت معین،

3325

(کنز الایمان)

یہ لوح محفوظ میں مکتوب ہے "جب ان کا وعدہ آئے گا تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹیں نہ آگے بڑھیں۔"

۵۰۔ (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ پوچھئے بھلا بتاؤ اگر تم پر اللہ کا عذاب رات میں آ جائے (جب کہ تم نیند میں مشغول ہو) یا دن کو (جب تم کاروبار میں مصروف ہوتے ہو) تو عذاب میں کون سی چیز ایسی ہے کہ مجرم لوگ اس کو جلدی مانگ رہے ہیں * تعجب ہے (عذاب) جیسی ناگوار چیز کو جلد طلب کر رہے ہیں۔ ناگوار چیز کی عاجلانہ طلب تو نامناسب ہے * اگر رات کو یا دن کو عذاب آ جائے تو اس وقت تم کو عجلت طلبی پر ندامت ہوگی اور اپنی غلط طلب پر (؟) * بغوی نے لکھا ہے کفار عذاب جلد آ جانے کے طلبگار تھے ایک شخص نے کہا تھا اے اللہ اگر یہ حق ہے تیری طرف سے ہے تو ہمارے اوپر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور دردناک عذاب ہم پر لے آ۔ اللہ تعالیٰ اسی کے جواب میں فرما رہا ہے۔ یہ کون عذاب کے آنے کی جلدی مچا رہے ہیں عذاب تو ہر ایک کے لئے ناگواری کی چیز ہے۔ (تفسیر مظہری)

لغوی اشارے * اَلْوَعْدُ: اسم مصدر مرفوع معرف باللام وعدہ اور وعدہ کرنا راحت کا یا تکلیف دینے کا اگرچہ روز قیامت مراد ہوتا ہے ● اَمْلِكُ: میں مالک ہوں۔ میں اختیار رکھتا ہوں (مضارع) مِلْكٌ سے جس کے معنی مالک ہونے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ● ضَرًّا: ضرر، ضرر پہنچانا۔ یہ ضَرَّ یَضُرُّ کا مصدر ہے جس کے معنی گزند پہنچانے کے ہیں نَفْعٌ کی ضد ہے ● نَفْعًا: مصدر منصوب (نفع) فائدہ۔ فائدہ پہنچانا ● اَجَلٌ: مدت مقررہ اسی وجہ سے موت کو بھی اجل کہتے ہیں اٰجَالٌ جمع ہے ● بَيَاتًا: رات میں آ پڑنا۔ رات میں سوتے دشمن پر حملہ کرنا، شبخون مارنا مصدر ● نَهَارًا: اسم جنس نکرہ منصوب۔ دن۔ (لغات القرآن)

معروضات مزید * اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ عذاب کا وعدہ کب پورا ہوگا جس سے تم ہم کو ڈراتے ہو اگر تم لوگ سچے ہو تو عذاب موعود کر لے آؤ * یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام سے کافروں کا مطالبہ ہو سکتا ہے یا مراد ہو سکتی ہے اور ان کے موجودہ سابق (مطابق) بھی ہو سکتے ہیں * مظہری میں ہے کہ کفار کا کہنا یہ بات بطور تکذیب و استہزاء کی تھی

● وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے ہر امت کے لئے "پاداش عمل کا" ایک مقررہ وقت ہے اور جب وہ وقت آ پہنچتا ہے (ترجمان القرآن) تو پھر اس وقت مقررہ میں نہ ایک لمحہ پیچھے رہ سکتی ہے نہ ایک لحظہ آگے۔

● اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب اور عذاب سے پناہ مانگنی چاہیے۔ یہ ایسی چیز نہیں جس کے لئے جلدی کی جائے اس میں ہلاکت و تباہی ہوتی ہے اگر یہ رات کے وقت نازل ہو جائے جب کہ نیند کی حالت میں ہوں یا دن کے وقت آ جائے جب معیشت کی سرگرمیاں اور کاروبار کی مصروفیت ہو حیرت و تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ایسی تکلیف دہ اور ناگوار چیز کو (کافروں کی جانب سے) بعجلت مانگا جا رہا تھا اور یہ جلدی واقعتاً ناموزوں تھی اور جب وہ آ جائے جس کے لئے عجلت کی جا رہی ہو تو پھر رات یا دن میں اسے پا کر عذاب طلب کرنے والے حیران و پریشان رہ جاتے انہیں اپنی غلطیوں کا فوراً احساس ہو جاتا۔ کفار کی یہ بات بڑی حماقت اور نادانی تھی کہ وہ عذاب میں عجلت کر رہے تھے عذاب کوئی ایسی پسندیدہ اور گوارا چیز نہیں اس سے محفوظ رہنے کے لئے ہمیشہ توبہ، اطاعت، فرمانبرداری، عبادت الٰہی اور دعا کرتے رہنے میں سعادت ہے۔

أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ آمَنتُم بِهِ ۚ آلْآنَ وَقَدْ كُنتُم بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ○ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ
ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ○ وَيَسْتَنبِئُونَكَ
أَحَقٌّ هُوَ ۖ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ ۖ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ○

کیا پھر جب وہ آہی پڑے گا جب اس کا یقین کرو گے ہاں اب! حالانکہ تم اسی کی تو جلدی مچایا
کرتے تھے * پھر جنھوں نے (اپنے اوپر) ظلم کیا ہے ان سے کہا جائے گا ہمیشہ کا عذاب چکھو
تم کو بدلہ اسی کا تو مل رہا ہے جو کچھ تم کرتے رہے * یہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا وہ (عذاب)
برحق ہے آپ کہہ دیجیے کہ ہاں میرے پروردگار کی قسم ہے کہ وہ برحق ہے اور تم کسی طرح (اللہ کو)
ہرا نہیں سکتے۔ (۱۰/۵۱ تا ۵۳ * ت: م)

۵۱۔ کیا پھر جب وہ مطلوبہ عذاب آجائے گا تو (پشیمان ہوگے اور) عذاب پر یا عذاب کی خبر دینے والے
پر ایمان لاؤ گے یا یہ مطلب ہے کہ جب تم پر عذاب آجائے گا تو کیا اس وقت بھی عذاب کی جلدی مچاؤ گے
پھر اس وقت عذاب کو یا عذاب کی خبر دینے والے کو مانو گے جب کہ ایمان سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ (آخرت
کا عذاب دیکھنے کے بعد یا موت کے غرغرہ لگنے کے وقت جب تم ایمان لاؤ گے تو تم سے اس وقت کہا
جائے گا) کیا اب تم ایمان لائے، ایسے وقت میں تو ایمان بے سود ہے حالانکہ تم (تکذیب و استہزاء
کے طور پر) تم عذاب کے جلد آجانے کے خواستگار تھے۔ (تفسیر مظہری)

۵۲۔ پھر انہیں کہا جائے گا جنھوں نے ظلم کیا یعنی تصدیق کے بجائے تکذیب کی اور ایمان کے بجائے کفر کیا
دائمی عذاب کا مزہ چکھو یعنی ایسا عذاب کہ اس میں تمہیں ہمیشہ مبتلا رکھا جائے گا اس لئے کہ وہ
پہلے عذاب قبر میں مبتلا رہیں گے پھر انہیں آخرت کے عذاب کی طرف لایا جائے گا اور یہ عذاب ان
سے منقطع نہیں ہوگا۔ آج کے دن نہیں جزا دیے جاؤ گے مگر بسبب اس کفر و معاصی کے جن کا تم
دنیا میں ارتکاب کرتے تھے اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداءً عذاب کو پیدا نہیں فرمایا
اس لئے کہ بندوں کی تخلیق اس لئے تاکہ ان پر رحم فرمائے بلکہ عذاب ان کے اعمال کا نتیجہ ہے
اس لئے ثابت ہوا کہ اعمال باطلہ ہلاکت کا موجب ہیں (تفسیر روح البیان)

۵۳۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کفار آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ کا دعویٰ نبوت یا خبر قیامت
یا وعدہ عذاب حق ہے۔ آپ انہیں جواب دو کہ ہاں رب کی قسم یہ سب کچھ حق ہے تم
ایمان لا کر اپنے کو عذاب سے بچالو ورنہ خیال رکھو کہ تم رب کو عذاب دینے سے عاجز نہ
کرسکو گے۔ عاجز تم ہو وہ قادر ہے وہاں زور سے بچا نہیں جاسکتا زاری انکساری عذاب
سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے ★ وَقَعَ : واحد، مذکر، غائب، ماضی معروف۔ وَقَعَ اور وُقُوعٌ مصدر (فتح) ثابت ہو گیا، اللہ کے ذمے ہی ہو گیا، واجب ہو گیا، لازم ہو گیا، ثابت ہو گیا، ظاہر ہو گیا، نازل ہو گیا، محقق ہو گیا۔ عذاب نازل ہونے کا حق ہو گیا۔ ● تَسْتَعْجِلُونَ : تم جلدی کرتے ہو، تم عجلت کرتے ہو، تم عجلت کرتے ہو، اِسْتِعْجَالٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ● ظَلَمُوْا : انہوں نے ظلم کیا، انہوں نے بے انصافی کی، انہوں نے زیادتی کی، انہوں نے ظلم کیا۔ ظُلْمٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ یہاں ظلم سے مراد اکثر جگہ کفر و شرک و نفاق ہے۔ ● ذُوْقُوْا : تم چکھو، ذوق سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ● خُلْد : ہمیشہ رہنا، دوام، بقا۔ ● تُجْزَوْنَ : تم بدلہ دیے جاؤ گے، تم جزا دیے جاؤ گے (ضرب) جَزَاءٌ سے جس کے معنی بدلہ دینے کے اور کافی ہونے کے ہیں۔ مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ● تَكْسِبُوْنَ : تم کماتے ہو، تم کماؤ گے، کَسْبٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ● اَحَقٌّ : بڑا حق دار۔ اسم تفضیل اور فاعل دونوں کے معنی میں آتا ہے۔ ● يَسْتَنْبِئُوْنَكَ : جمع مذکر غائب مضارع اِسْتِنْبَاءٌ مصدر (استفعال) ک ضمیر مفعول وہ آپ سے خبر پوچھتے ہیں۔ ● مُعْجِزِيْن : جمع مذکر اسم فاعل، ہرانے والے، عاجز بنا دینے والے (ل ق)

معروضات مزید ★ اس آیت شریف کا پچھلی آیت شریف سے تعلق ہے کہ کافروں پر خدا کا عذاب ناگہاں آ جائے گا۔ اگر دن اور رات میں کسی بھی وقت یکایک آ جائے تو تباہ کیا کرو گے اس لئے جلدی کیوں کرتے ہو جب کہ آ ہی جائے گا تو کیا اس وقت ایمان لاؤ گے وہ ایمان کا وقت کب رہے گا اس وقت کہا جائے گا کہ لو جس عذاب کی جلدی کرتے تھے اس وقت کہیں گے اے اللہ ہم نے دیکھ لیا ہم نے سن لیا عذاب سے سابقہ پڑنے پر بول اٹھیں گے کہ ہم اب اکیلے خدا کو مانتے ہیں اور دوسرے تمام معبودوں کو چھوڑتے ہیں لیکن اس وقت کا ایمان کوئی ایمان نہیں

● پھر ظالموں سے کہا جائے گا ہمیشہ کا عذاب چکھو تمہیں کچھ اور بدلہ نہ ملے گا مگر وہی جو کماتے تھے یعنی دنیا میں جو عمل کرتے تھے اور کفر و تکذیب انبیاء میں مصروف رہتے تھے اسی کا بدلہ۔ کفر و شرک و نفاق میں مبتلا ظالموں کو اپنے کئے کی سزا بشکل عذاب بھگتنا ہے

● عذاب کے بارے میں بار بار پوچھتے ہیں کہ کیا واقعی آئے گا یا محض دھمکیاں ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں آپ فرمایئے کہ میں خدا کی قسم کھا کر تمہیں بتاتا ہوں کہ دھمکیاں نہیں بلکہ حقیقت ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ ظالموں کی طرف سے بار بار دریافت کئے جانے کا مطلب یہ تھا کہ ان ناعاقبت اندیشوں کو عذاب کا اندیشہ ہی نہ تھا اور نہ وہ کسی طور باور کرنا چاہتے تھے لیکن حکم ربانی ہوا کہ اے محبوب انہیں بتا دیجئے کہ یہ سچ ہے کہ آئے گا اس میں کوئی شک نہیں

(تصحیح: حصہ ۲۵/نومبر ۲۰۰۵ء میں فرمان حق تعالیٰ کے تحت آیت ۵۰/۱۰ میں کمپوزنگ کی سہو سے اِنْ اَتٰكُمْ کے بجائے اِنْ اَتِيكُمْ شائع ہو گیا ہے قارئین کرام تصحیح فرمالیں)

وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ ۗ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا
رَأَوُا الْعَذَابَ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ أَلَا إِنَّ
لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ أَلَا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ
لَا يَعْلَمُونَ ۝ هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

اور اگر ہر ظالم جان زمین میں جو کچھ ہے سب کی مالک ہوتی ضرور اپنی جان چھڑانے میں دیتی اور دل میں
چپکے چپکے پشیمان ہوئے جب عذاب دیکھا اور ان میں انصاف سے فیصلہ کر دیا گیا اور ان پر
ظلم نہ ہوگا * سن لو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں سن لو
بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے مگر ان میں اکثر کو خبر نہیں * وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے
اور اسی کی طرف پھرو گے۔ (۱۰/۵۴ تا ۵۶ * ت: ک)

۵۴۔ اور (بالفرض) اگر ہر مشرک شخص کو (قیامت کے دن) وہ تمام (دفینے خزانے مل جائیں
جو زمین میں ہیں تو وہ عذاب سے رہا ہونے اور بچنے کے لئے سب کچھ دے دے گا "ما فی الارض" سے
مراد ہیں زمین کے خزانے اور تمام مرغوبات ارضی۔ فداء کا معنی ہے عذاب سے بچنے کے لئے عوض
دے دینا (ہر چیز کو قربان کر دینا) ظلم سے مراد ہے شرک یا دوسرے شخص پر زیادتی * اور جب عذاب
دیکھیں گے تو (دلوں میں) پوشیدہ طور پر پشیمان ہوں گے * ابو عبیدہ نے کہا "اسروا الندامۃ" سے
مراد یہ ہے کہ اس وقت ندامت کو ظاہر کریں گے کیوں کہ قیامت کا دن بناوٹ اور مصنوعی اظہار
صبر کا نہ ہوگا (تکلیف اتنی سخت ہوگی کہ جھوٹے صبر اور مصنوعی مروت کو کوئی ظاہر نہ کر سکے گا) بعض
علماء نے کہا کہ اسروا کا معنی یہی ہے کہ وہ ندامت کو چھپائیں گے یعنی بالادست سردار اپنے
زیر اثر کمزور تابعین سے اپنی ندامت کو چھپائیں گے تاکہ ان کی وجہ سے گمراہ ہونے والے ان کو
ملامت نہ کریں بعض علماء نے کہا کہ اخفاء ندامت سے مراد ہے بول نہ سکنا۔ غیر متوقع اور بڑا ہولناک
عذاب جب سامنے آئے گا تو انتہائی تحیر میں بول بھی نہ سکیں گے۔ بعض علماء نے کہا کسی چیز کے خلاصہ
کو سر کہا جاتا ہے راز کی طرح خلاصہ شئی قابل اخفاء و حفاظت ہوتا ہے پس اسرار کا معنی اس
جگہ ہے خالص ندامت کرنا * اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا ظلم نہیں
کیا جائے گا کہ بلا قصور عذاب دیا جائے۔ مطلب یہ ہے ظالموں کو مظلوموں پر ظلم کرنے کی وجہ
سے عذاب دیا جائے گا ظالم و مظلوم کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جائے گا اول قضی سے
انبیاء اور ان کی امتوں کے درمیان فیصلہ کرنا مراد ہے اور اس جگہ قضی سے مراد مشرکوں کو شرک کی سزا دینا،
اور مظلوموں کو ظالموں سے ظلم کا بدلہ دلوانا یعنی ظالموں کو عذاب دینا (تفسیر مظہری)

۵۵۔ اللہ تعالیٰ نے غافلین کو لفظ الا سے متنبہ فرمایا کہ خبردار بے شک جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ جمیع ما سوی اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں ان میں وہ جس طرح چاہے تصرف کرے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ثواب و عقاب کا بندوں سے وعدہ کیا ہے وہ ثابت ہے۔ وعد بمعنی موعود اور حق بمعنی ثابت واقع ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وعد اپنے مصدری معنی میں ہے اور حق بمعنی مطابق للواقع ہے
(روح البیان)
یعنی اللہ تعالیٰ کا وعدہ مذکورہ واقع کے مطابق ہے۔

۵۶۔ ھُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ * ھو یحیی میں بلاغت کے قاعدے سے حصر کا فائدہ ہے یعنی صرف رب تعالیٰ ہی زندگی اور موت دیتا ہے۔ اس فرمان کی چند تفسیریں ہو سکتی ہیں (۱) وہ رب ہی دنیا میں زندگی اور موت دیتا ہے (۲) وہ ہی تا قیامت زندگی اور موت دے گا (۳) وہ ہی زندگی دیتا ہے اور موت دے گا (۴) وہ ہی زندہ رکھتا ہے اور موت دے گا۔ غرضیکہ زندگی اور موت اس کے قبضہ میں ہے۔ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ تم سب رب تعالیٰ کی طرف لوٹو گے خواہ بخوشی یا مجبوراً۔ مومن خوشی سے اس کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے اور کافر مجبوراً۔ مومن ایسے جاتا ہے جیسے دوست سے ملنے جاتا ہے کافر جیسے پھانسی کا ملزم حاکم کے سامنے پھانسی کی سزا سننے جاتا ہے۔ (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے * اِفْتَدَتْ : اس (عورت) نے اپنے چھڑانے کا فدیہ (بدلہ) دیا۔ اِفْتِدَاءٌ سے جس کے معنی اپنے نفس کی طرف سے فدیہ یعنی بدلہ دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ ● اَسَرُّوْا : انہوں نے چھپایا یا انہوں نے پوشیدہ کیا۔ اِسْرَارٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ● رَاَوُا : انہوں نے دیکھا رُؤْیَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ● قُضِیَ : واحد مذکر غائب ماضی مجہول۔ کام تمام کر دیا جائے، فیصلہ ہو چکا ہوتا، عمر کی میعاد پوری کر دی گئی ہوتی، فیصلہ کر دیا جاتا ہے ● اَلْقِسْط : اسم مصدر انصاف ● وَعْدَ : اسم اور مصدر منصوب مضاف وعدہ اور وعدہ کرنا (ل ق)

شذرات زندہ * جب قیامت قائم ہوگی تو گنہگار کی یہ تمنا ہوگی کہ زمین میں جتنے خزائن دفینے اموال و متاع ہیں وہ سب کچھ دے کر عذاب و عقاب الٰہی سے نجات پا لیں لیکن ان کی خواہش پوری نہ ہو سکے گی۔ مشرکین و کفار جب عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو وہ پشیمانی و ندامت سے حیران اور ساکت و خاموش رہیں گے۔ ان کے ساتھ جو بھی معاملہ ہوگا وہ مبنی بر انصاف ہوگا کسی پر ظلم نہ ہوگا اور بال برابر زیادتی نہ ہوگی۔

● آگاہ ہو جاؤ یقین کرو کہ بے شک آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اور وہی ان تمام اشیاء کا مالک ہے ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے اور اسی کے زیر قدرت و تصرف ہے ظاہر ہے کفار بے بس اور بے اختیار رہیں وہ خود مملوک ہیں * بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق اور سچ ہے مگر اکثر لوگوں کو اس سلسلہ میں معلوم نہیں ہے۔

● اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں زندگی اور موت ہے وہی زندگی عطا فرماتا ہے اور موت دے گا سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔